امدادؒ کے فیضان کی تاثیر دیوبند
قاسمؒ کے ہے افکار کی تعبیر دیوبند



ماہنامہ

افکارِ قاسمی

صفر المظفر ۱۴۳۴ھ ۰ جنوری ۲۰۱۳ء

شائع کردہ

الغزالی فورم

http://www.algazali.org

فہرست مضامین

میگزین ٹیم

مدیر اعلیٰ: مولانا احمد قاسمی صاحب

مدیر: مولانا سیفی خان صاحب

نائب مدیر: محمد نبیل خان صاحب

مدیر تحریر: مفتی ناصر الدین مظاہری

نگران میگزین ٹیم: محمد داوٗد الرحمن علی صاحب

ڈیزائن ورک: محمد ذیشان نصر صاحب

معاون ڈیزائنر: محمد عامر صاحب

کمپوزنگ: احمد غزالی صاحب

مدیر شعبہ خواتین: بنت حواء صاحبہ

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا مبارک علی مظاہر صاحب

حضرت مولانا محمد عارف صاحب حلیمی

مشاورتی کمیٹی

مفتی جسیم الدین قاسمی، محمد ارمغان، اضواء، حسن خان

اداریہ

ناصر الدین مظاہری

سرخ رُو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد

قارئین کرام: اگر غور کریں تو آپ کو محسوس ہو گا کہ بوسنیا سے کشمیر تک، پاکستان سے انڈیا تک، انڈونیشیا سے ہرزیگونیا تک، روس سے ملیشیا تک، عراق سے افغانستان تک، صومالیہ سے فلسطین تک، ایران سے چیچنیا تک، لبنان سے الجزائر تک اور نو آباد ونو آزاد ریاستوں اور بستیوں سے ترکی تک ہر سو مظالم کی المناک داستان نظر آئے گی، یہ کس کی بیٹیوں کی عزتوں اور عصمتوں سے کھلواڑ کیا جا رہا ہے؟ یہ دلدوز نسوانی چیخیں، یہ کرب ناک خونیں مناظر، یہ افسوس ناک واقعات اور منصوبہ بند حادثات کی چکی میں کون پس رہا ہے؟ کس کی عبادت گاہوں کا وجود مٹ رہا ہے اور کس کے شعائر پر ڈاکہ زنی ہو رہی ہے؟ کس قوم کو مشق ستم بنایا جا رہا ہے اور مظلومیت کا لیبل کس کی پیشانی پر چسپاں کیا جا رہا ہے؟ تو ہر طرف سے ایک ہی قوم، ایک ہی تہذیب اور ایک ہی مذہب کا نام لیا جاتا ہے "مسلمان"، جس نے شاندار اسلامی تمدن کو رواج دیا تھا، جس نے حسن سیرت اور حسن اخلاق کے انمٹ نقوش چھوڑے تھے، جس نے ظلم و بربریت کی المناک داستانوں کا خاتمہ کیا تھا، جس نے حلم ونرمی اور تحمل و بردباری کے سبق دئے تھے، جس نے محبت، اخوت، بھائی چارگی، تہذیب اور عفوو درگزر کی روشن ومنور تعلیمات دی تھیں، جس نے صحرائے نجد سے صحرائے سینا تک ہدایت وسعادت اور اتحاد ویکجہتی کا پیغام نشر کیا تھا، جس نے سکندر وچنگیز، بخت نصر وتیمور، نادر ونپولین، بوناپارٹ وہٹلر اور ڈیگال وسولینی کی ظالمانہ تاریخ کا دندان شکن جواب دیا تھا، جس نے عرب وعجم میں محبت کے نغمے گائے اور امن وشانتی کے خوبصورت ترانے گن گنائے تھے، جس نے فرقہ وارانہ منافرت، لسانی عصبیت، علاقہ پرستی، اونچ نیچ اور برادری واد کا خاتمہ کیا تھا، جس نے تنگ نظری پر وسیع النظری کو فوقیت اور اہمیت دے کر ایک ڈگر پر چلنے کا خوگر بنایا تھا......آج وہی تہذیب زندگی کی آخری ہچکیاں اور احساس محرومی ومظلومی کی سسکیاں لے رہی ہے۔

اسلامی اخوت ومحبت کا فقدان، قومیت اور برادرانہ عصبیت، قوانین اسلامی کے نفاذ میں تساہلی، تن آسانی، تن پروری، عیش وعشرت، لہوولعب میں مشغولیت اور اس پر دولت وثروت کا ضیاع، فوجی، عسکری اور جدید ترین جنگی اسلحوں سے مجرمانہ

تغافل، مصنوعی نعرے، وقتی جوش وولولے اور جذباتی مظاہرے، اعلاءِ کلمۃ اللہ، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور دینی و اسلامی دعوت کی روح کو ختم کر کے ہوسِ مِلک گیری اور شخصی قیادت کے بقاء کی فکرمندی، تہذیب اسلامی سے نفرت اور مغربی تمدن سے لگاؤ، ایثار وقربانی، تعاون وتناصر اور غریب پروری کے جذبات سے بے توجہی، دولت کا شیطانی نشہ، رازق وخالق سے غفلت، دنیائے کفر کے سامنے کاسۂ گدائی، اسلامی نظام معیشت کی جگہ یورپ کے موجودہ کافرانہ نظام مالیات پر یقین و اعتماد، اسلامی فلسفۂ تعلیم کے بجائے خدا بیزار، آخرت فراموش نظام تعلیم پر توجہ اور ترقیات کی معراج سمجھ لینے کی وجہ سے ملت اسلامیہ تباہی کے کنارے پہنچ چکی ہے۔

ان سنجیدہ امور پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ وہ لوگ جو کل تک ہمارے بڑوں کے پاس اپنے معاملات فیصل کرانے آتے تھے آج کیوں ہمارے دین اور دھرم کے مخالف ہو گئے ہیں؟ وہ لوگ جو ہمیں دور سے دیکھ کر کھڑے ہوجایا کرتے تھے اور عزت اور احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ''سلام'' اور ''پرنام'' کرتے تھے آج ہمارا مذاق اڑانے لگے؟

حقیقت یہ ہے کہ آج کی چلنے والی ہوائیں ہمارے مخالف اسی لئے ہوگئیں کہ ہم نے اپنی حیثیت نہیں جانی، کفر نے ہمارے آگے ہاتھ پھیلائے تو ہم غرور میں مبتلا ہو گئے۔ مخالفین نے ہماری طاقت تسلیم کی تو ہمارا نفس پھول گیا، اغیار نے ہماری عزت کی تو ہم نے سمجھ لیا کہ ہم ہی حکومت کے اہل ہیں کوئی اور نہیں، مدمقابل نے ہم سے سلام کرنے کی پہل کی تو ہم بھول گئے کہ ہمیں بھی اخلاق کریمہ کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جب ہم نے تخلقوا باخلاق اللّٰہ سے صرف نظر کیا تو اخلاق نے ہم سے رخ موڑ لیا، جب ہمارے دلوں سے انسانی ہمدردی اور رواداری نکل گئی تو عام لوگوں کے قلوب سے ہماری ہیبت و عظمت ختم ہوگئی، جب ہمارا کردار بدنما، گفتار ناروا، فکر پراگندہ اور سوچ مسموم ہوگئی تو لوگوں کے نظریات، لوگوں کی توقعات، لوگوں کی محبتیں سب یکسر بدل گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف اور واشگاف لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡ عَنۡ كَثِيۡرٍ اور مصیبتیں تمہارے اوپر آئی ہیں وہ تمہارے کرتوت کی وجہ سے آئی ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف ہی کر دیتے ہیں۔

آج ہم بچشم خود دیکھ رہے ہیں کہ خشکی اور تری ہماری شامت اعمال کا مظہر بن چکی ہیں، فضائیں ہمارے گناہوں کے بوجھ

سے بوجھل ہیں، ہوائیں ہمارے اعمال کی نحوست سے گرانبار ہیں، ماحول اور معاشرہ ہمارے وجود پر ملامت کرنے لگا ہے، ہماری غلط کاریوں کے اثرات عام انسانی معاشرہ کے علاوہ جانوروں میں بھی محسوس کئے جارہی ہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔

لوگوں کے برے کرتوت کی وجہ سے خشکی اور تری میں بلائیں پھیل گئی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بعض برے اعمال کی سزا کا مزہ چکھائیں تاکہ وہ اپنے برے اعمال سے باز آجائیں۔

دریاؤں کی طغیانیاں، سمندروں کی جولانیاں، ہواؤں کی تندی، زمینوں کا دھنسنا، زلزلوں کی تباہی، آتش فشانوں کی بربادی، بادو باراں کی ہلاکتیں، آسمانی آفات، موسمی بیماریاں، یہ سب عذاب الٰہی کی کڑیاں اور لڑیاں ہیں جن کی طرف باری تعالیٰ نے بایں الفاظ ہماری توجہ مبذول فرمائی ہے۔

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ کیا اب بھی وقت نہیں آیا ایمان والوں کیلئے کہ ان کے قلوب اللہ کیلئے جھک جائیں اور نرم ہوجائیں۔

قدرت کے یہ تازیانے دراصل عبرت وبصیرت کے وہ نمونے ہیں جن کو پیش نظر رکھ کر ہم اپنی زندگیاں سدھار اور سنوار سکتے ہیں، ہماری کوششیں، سرگرمیاں، محنتیں، جان سوزیاں، جگر کاویاں اور آہ سحر گاہیاں قسام ازل نے ایک ایک چیز تحریر فرمادی ہے۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ اسی طرح سود وزیاں، نفع ونقصان، کمی بیشی، نشیب وفراز، ترقی وتنزلی سب کچھ پہلے سے مقدر ہے جس میں حبہ برابر کمی اور شمہ برابر زیادتی ناممکن ہے۔

اعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوك بشئی لم ینفعوك الا بشئی قد کتبه الله تعالیٰ لك ولو اجتمعوا علی ان یضروك بشئی لم یضروك الا بشئی قد کتبه الله علیك رفعت الاقلام وجفت الصحف (احمد)

جان لو کہ اگر پوری امت مل کر تمہیں کوئی نفع پہنچانا چاہے تو صرف وہی نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے (پہلے ہی) لکھ دیا ہے اور اگر پوری امت مل کر تم کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو صرف وہی نقصان پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے (پہلے سے) لکھ

دیا ہے، قلم اٹھادئے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

سعید وہ ہے جو ڈرانے سے پہلے ڈر جائے، ہوشیار وہ ہے جو گرنے سے پہلے سنبھل جائے، عقل مند وہ ہے جو اگلے سبق سے پہلے پچھلے سبق کو یاد کرلے، نیک بخت لوگ وہی ہیں جو غلطی سرزد ہوتے ہی نادم و پشیمان ہو جائیں۔

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے غموں اور تکلیفوں سے نجات کا راستہ نکال دیتے ہیں۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتے ہیں جہاں سے رزق آنے کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی!
اخوّت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ و بُو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

افکار قرآن

نعمت کو یاد کرنے، ایفائے عہد، ایضاح حق اور قول و عمل کی موافقت کا حکم

افادات: حضرت مولانا عبد الخالق مظاہری سہارنپوری مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ۔ وَآمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ۔ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلَاقُوْ رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اے آلِ یعقوب! میرے وہ احسانات یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور اُس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا، میں اُس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ ۴۰۔ اور جو کتاب میں نے (اپنے رسول محمد ﷺ پر) نازل کی ہے جو تمہاری کتاب (تورات) کو سچا کہتی ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس سے منکر اوّل نہ بنو اور میری آیتوں میں (تحریف کر کے) ان کے بدلے تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو اور مجھ ہی سے خوف رکھو۔ ۴۱۔ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بُوجھ کر نہ چھپاؤ ۔ ۴۲۔ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (اللہ تعالیٰ کے آگے) جھکنے والوں کیساتھ جھکا کرو ۔ (یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کئے

دیتے ہو حالانکہ تم (اللہ تعالیٰ کی) کتاب بھی پڑھتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے؟ ۴۴۔اور (رنج و تکلیف میں) صبر اور نماز سے مدد لیا کرو اور بیشک نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر (گراں نہیں) جو عجز و انکساری کرنے والے ہیں۔ ۴۵۔جو یقین کئے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

فائدہ:

(۱) مذکورہ آیات میں بہت سے احکام مذکور ہوئے ہیں اور بنی اسرائیل کو خطاب فرمایا گیا ہے کہ میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت سے احسانات فرمائے، مثلاً ہزاروں انبیاء ان میں بھیجے، توریت وغیرہ نازل فرمائیں، فرعون سے نجات دے کر ان کو ملک شام میں تسلط دیا، ان پر من وسلویٰ نازل ہوا، ان کے لئے ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری فرمائے،۔بنی اسرائیل کے ذیل میں یہ خطاب ہر انسان کو ہے کہ وہ اپنے اوپر خدا کے بے شمار انعامات کو یاد کرے اور ان کا شکر بجالائے۔

(۲) اللہ نے اپنے عہد کو پورا کرنے کا حکم فرمایا ہے، ہر انسان نے خدا کی ربوبیت کا ازل میں اقرار کیا ہے، چاہئے کہ اس کو یاد کرے اور اس پر قائم رہے، اللہ فرماتا ہے کہ میں اپنا اقرار یعنی وعدہ نجات پورا کروں گا۔

(۳) اللہ سے ڈرو یعنی دنیوی منافع کے فوت ہونے سے نہیں ڈرنا چاہئے، چونکہ اللہ کے ڈر کی وجہ سے آدمی بہت سے منافع سے محروم ہوجاتا ہے، نہ وہ کالا دھندہ کرسکتا ہے، نہ کسی کا ناحق مال لے سکتا ہے، نہ سودی کاروبار کرسکتا ہے۔

(۴) جو کتاب اللہ نے نازل کی ہے اس پر ایمان لاؤ اس کا انکار کرکے دوسرے لوگوں کے انکار کا سبب نہ بنو کہ قیامت تک منکرین کا وبال تمہاری گردن پر رہے۔

(۵) قرآنی آیات اور خدائی احکام کے بدلے دنیا کا معاوضہ مت چاہو کہ ان میں تغیر و تبدل کرکے بطور رشوت تم دنیا کو حاصل کرنے لگو۔

(۷) نہ حق کو چھپاؤ بلکہ اس کو ظاہر کردو اس سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرو۔

(۸) عبادات میں سے نماز اور زکوۃ کا خصوصی اہتمام کرو چونکہ اس سے حب جاہ اور حب مال ختم ہوگی اور یہی دونوں

برائیاں دوسری بہت سی برائیوں کو جنم دیتی ہیں۔

(۹) جو بات دوسروں سے کہو خود بھی اس پر عمل کرو ایسا نہ ہو کہ دوسروں کو تو سیدھی راہ دکھلاؤ اور خود غلط راہ پر ٹھہرے رہو۔ یہ چیز اللہ کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہے، قرآن میں ایک جگہ پر فرمایا گیا ہے کبر مقتا عند اللہ ان تقولو ما لا تفعلون۔

(۱۰) صبر اور نماز سے مدد چاہو گو یہ دونوں چیزیں حضور دل سے بہت بھاری ہیں مگر ان پر آسان ہیں جو عاجزی اختیار کرتے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ ہم کو خدا کے روبرو جانا ہے اور وہ اس تصور کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں کہ نماز میں خدا کا قرب اور گویا اس سے ملاقات ہے۔

(انتخاب: ناصر الدین مظاہری)

زبان کی حفاظت

قسط 4

محب الفقراصوفی عبدالصمد صاحب حفظہ اللہ
خلیفہ ومجاز بیعت: محبت الامت شاہ محمد اہل اللہ صاحب
دامت برکاتہم العالیہ پرنامبٹ۔انڈیا

راز امانت ہے:

حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کوئی بات کہے اور چلا جائے تو یہ امانت ہے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ کسی بھائی کی وہ بات جسے وہ راز رکھنا چاہے ظاہر کر دینا بھی خیانت ہے۔

وعدہ پورا کرنا فرض ہے:

زبان وعدہ کرنے میں ہمیشہ سبقت کرتی ہے۔اکثر اوقات کئے ہوئے وعدے نبھا نہیں سکتے۔اس صورت میں وعدہ خلافی ہوتی ہے۔یہ امر نفاق کی علامت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَوْفُوْ بِالْعُقُوْدِ۔ترجمہ: اے ایمان والو عہد کو پورا کیا کرو (پ ٦ آیت ١)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب ختم ہو جاتا ہے۔جو دل لگی کرتا ہے لوگ اس کی تعظیم نہیں کرتے۔جو ایک کام زیادہ کرتا اس کے حوالے پہنچانا جاتا ہے،جو زیادہ بولتا ہے وہ اکثر غلطیاں کرتا ہے اور جو زیادہ غلطی کرتا ہے اس میں حیا کم ہو جاتی ہے اور جس میں حیا کم ہو جاتی ہے اس میں خوف خدا باقی نہیں رہتا۔اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔علاوہ ازیں ہنسنا آخرت سے غفلت پر بھی دلالت کرتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہ کر کے ہنستا ہے وہ روتا ہوا دوزخ میں جائے گا

استہزا اور تمسخر کرنا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ (پ۲۶ آیت ۱۱)

اے ایمان والو نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ جن پر تم ہنستے ہو وہ ان ہنسنے والوں سے خدا کے نزدیک بہتر ہوں کا اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

تمسخر اور تحقیر کے اہانت میں مذاق کرنا یا عیب بیان کرنا اس طرح سے کہ سُننے والے کو ہنسی آجائے۔ اشارے سے ہو یا کنائے سے ہو۔ اس کے سامنے ہو تو تمسخر ہے۔ لیکن غیبت سے کم بھی نہیں ہے۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ریح خارج ہونے کی آواز پر ہنستے تھے تم اس پر کیوں ہنستے ہو جس میں خود مبتلا ہو (بخاری ومسلم)

گناہ پر عار دلانا: جو شخص اپنے بھائی کو کسی ایسے گناہ پر عار دلائے کا جس سے اس نے توبہ کرلی ہو تو وہ عار دلانے والا اس گناہ میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں مرے گا۔

راز امانت ہے:

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کوئی بات کہے اور چلا جائے تو یہ امانت ہے اور تمہاری باہمی گفتگو امانت ہے۔

وعدہ فرض ہے:

ہمیشہ زبان وعدہ کرنے میں سبقت کرتی ہے۔ اور پھر بعض اوقات نفس زبان کے وعدے کا پاس نہیں رکھتا۔ اور اسے وفا کرنے پر آمادہ نہیں کرتا۔ اس صورت میں وعدہ خلافی ہو جاتی ہے ایسا کرنا نفاق کی علامت ہے۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وعدہ عطیہ ہے۔ جس طرح عطیہ واپس نہیں لیا جاتا ہے۔ اسی طرح وعدہ کر کے اس کے خلاف کرنا بھی درست نہیں ہے۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وعدہ کرنا قرض دینے کے برابر ہے یا اس سے افضل۔

حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین باتیں جس میں ہوں وہ منافق ہے اگر چہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور یہ دعویٰ کرے کہ میں مسلمان ہوں۔

(۱) ایک یہ کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۲) وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

(۳) اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔

اس کے ساتھ ایک اور بات ہو تو منافق کامل ہو گا۔ جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔

یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو باوجود وعدہ کرنے کے پورا نہ کرنے کی نیت رکھتا ہو مگر جس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی ہو اور پھر کوئی عذر مانع ہو جائے اور وعدہ پورا نہ کر سکے تو اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق ؓ ایک جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے پہلے سال اسی جگہ کر کھڑے ہوئے تھے اور ہمارے درمیان تھے جہاں میں کھڑا ہوں۔ اتنا کہہ کر حضرت ابو بکر صدیق ؓ رونے لگے۔ پھر یہ حدیث بیان فرمائی!

ارشاد فرمایا حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ سے بچو اس لئے کہ وہ بدکاری کے ساتھ ہے اور جھوٹ و بدکاری دونوں جہنم میں ہیں۔ سچ اختیار کرو اس لئے کہ یہ نیکی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں جنت میں ہیں۔

حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات کہے جسے وہ سچ سمجھتا ہو اور حال یہ ہو کہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔

حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے روز نہ اللہ تعالیٰ بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔

(۱) ایک وہ جو دے کر احسان جتلائے۔

(۲) دوسرا وہ جو قسم کھا کر اپنا مال بیچے۔

(۳) تیسرا وہ جو اپنا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکائے۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

فرمایا اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے اس کے لئے ہلاکت ہو، اس کے لئے بربادی ہو۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن جرادؓ حضرت سیدنا حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا مومن زنا کر سکتا ہے؟

فرمایا ہاں کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا وہ جھوٹ بولتا ہے؟ فرمایا نہیں اس کے بعد آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ (پ ۱۴ آیت ۱۰۵)

ترجمہ: پس جھوٹ افترا کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نہ بات کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا۔

(۱) ایک زنا کرنے والا بوڑھا

(۲) جھوٹ بولنے والا بادشاہ

(۳) متکبر فقیر۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بدبو سے متنفر ہو کر ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری چھ (۶) باتوں کو مان لو، میں تمہارے لئے جنت کا وعدہ کرلوں گا۔ صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا وہ چھ باتیں کیا ہیں۔ فرمایا

(۱) جب بات کہو تو جھوٹ نہ بولو۔

(۲) وعدہ کرو تو خلاف نہ کرو۔

(۳) امانت میں خیانت نہ کرو۔

(۴) نگاہیں نیچی رکھو

(۵) اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو

(٦) اپنے ہاتھوں کو ایذا سے روکو۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان کے لئے ایک سرمہ، ایک چٹنی اور ایک خوشبو ہے۔ اسکی چٹنی جھوٹ ہے اس کی خوشبو بھوک ہے، اور اس کا سرمہ نیند ہے۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کی طبیعت میں خیانت اور جھوٹ کے علاوہ ہر خصلت ہو سکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت سیدنا حضور ﷺ کو جھوٹ سے زیادہ کوئی عادت ناپسند نہ تھی۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر چار چیزیں تجھ میں ہوں تو تجھے دنیا کے حاصل نہ ہونے والی چیزوں سے نقصان نہیں ہوگا۔

راست گفتاری، امانت کی حفاظت، خوش خلقی اور لقمہ حلال۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو سچ بولنا، جھوٹ سے پوری طرح بچے رہنے کی توفیق نصیب ہو جائے۔

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: خاموشی اور گوشہ نشینی عبادت ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ (حضرت ابراہیم بن ادہم کے شیخ) فرماتے ہیں کہ: میں اس شخص کا بہت ممنون ہوں جو میرے پاس سے گذرے اور مجھ کو سلام نہ کرے، اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو عیادت کو بھی نہ آئے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گوشہ نشینی سے ذکر میں فراغت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ بزرگ ترین عبادت ہے۔ جو شخص لوگوں میں رہ کر حق تعالیٰ کی طرف مشغول ہونے کی قوت نہ رکھتا ہو اس کے لئے گوشہ نشینی وخلوت خاص طور پر ضروری ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص زیادہ باتیں کرتا ہے اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے اور اس کی عمر برباد ہو جاتی ہے۔ اور فرمایا کہ انسان کا بیہودہ باتیں کرنا دل کو سخت اور بدن کو سست بناتا ہے اور تنگی رزق کا باعث ہے۔

جان لو کہ جب دل میں سختی اور بدن میں سستی اور رزق میں کمی معلوم ہو تو جان لو کہ کوئی کلمہ بے فائدہ زبان سے سرزد

ہوا ہے۔

جو بات خدائے تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زبان پر لاتا ہے لغو ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اس وقت تک ایمان مستقیم نہیں ہوتا جب تک اس شخص کی زبان ٹھیک اور درست اور اس کے قابو میں نہ ہو۔ اور فرمایا خاموش رہنا ساٹھ (۶۰) سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اسلام کی خوبی یہ ہے کہ مسلمان بے ضرورت بات نہ کرے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب انسان بے کار اور بے ضرورت قول و فعل چھوڑ دے اور موافق کے ضرورت بات اور راسی کے موافق کام کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تب وہ صفتِ انسان (اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر پانا) میں قدم رکھتا ہے۔

اور اس کی ایک نیکی صرف سات یا دس گنا ہونے کی حد تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے لئے رحمت الٰہی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ جس سے فیوض و برکات حاصل ہونے کی انتہاء نہیں رہتی (جاری)

کتاب الایمان والعقائد

ایمان وعقائد کا بیان (قسط ۴)

ظہورِ مہدی

سوال:۔(۱۰) زید اپنی تقریر میں کہتا ہے کہ حضرت مہدی ضرور ظہور فرمائیں گے، یہ مسئلہ عقیدہ کا ہے اور ہمیں ان کے ظہور کے لیے ہر وقت دعا کرنی چاہیے اور ہمہ وقت ان کی نصرت کے لیے تیار رہنا چاہیے، انھوں نے بتایا کہ امام مہدی کے متعلق بے شمار حدیثیں اور قرآن میں آیات موجود ہیں، کیا ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مسلمان اور طبقۂ اہل سِنت والجماعت میں سے ہوسکتا ہے ؟بینوا توجروا

الجواب:۔حامداومصلیا ومسلما! حضرت امام مہدی کا پیدا ہوکر ظاہر ہونا یہ قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ہے، جب اللہ رب العزت کو منظور ہوگا تب ظاہر ہوں گے، میرے اپنے علم کے مطابق ان کے متعلق قرآن میں تو کوئی آیت موجود نہیں، البتہ بہت سی روایات میں ان کے متعلق پیشین گوئیاں موجود ہیں، ایک روایت میں ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوں گے روشن وکشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے اور وہ روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح کہ وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی (۱) ابواسحاقؒ کہتے ہیں کہ ایک دن

حاشیہ:(۱) عن أبي سعيد الخدريؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :المهدي مني أجلى الجبهة، أقنى الأنف، يملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجوراً يملك سبع سنين ۔رواہ أبوداؤد

وعن عبد الله بن مسعودؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي يؤاطئ اسمه اسمي ۔رواه الترمذي وأبوداؤد، وفي رواية له قال: لولم يبق من الدنيا إلا يوم لطوّل الله ذلك اليوم حتى يبعث الله فيه رجلا مني أو من أهل بيتي يؤاطئ اسمه اسمي واسم أبيه اسم أبي يملأ الأرض قسطا وعدلا كماملئت ظلما وجوراً۔

وعن أم سلمةؓ قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم :يقول: المهدي من عترتي من أولاد فاطمة ۔رواه أبوداؤد (مشكاة، كتاب الفتن، باب أشراط الساعة :۴۷۰، قديمي)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاجزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر کہا: میرا یہ بیٹا جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سردار ہے، عنقریب اس کی پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا وہ باطنی سیرت یعنی اخلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ (دیکھئے باب اشراط الساعۃ، مشکوۃ شریف) اسی لیے علماء اہل سنت کے نزدیک مہدی کے خروج کی تصدیق واجب ہے۔

تواترت الأحاديث فيخروج المهدي وأفردها بعض العلماء بالتاليف، ملخصها أنه من أهل البيت وأنه يملك الأرض ويملأها بالعدل بعد ما امتلئت بالجور وأنه يلاقي عيسىٰ عليه السلام وبالجماعة فالتصديق بخروجه واجب۔ (۱) امام مہدی کے بارے میں ایک عقیدہ شیعہ امامیہ کا ہے کہ وہ حضرت حسن عسکری کے یہاں پیدا ہوئے پھر دشمنوں کے خوف سے ۲۰۵ھ یا ۲۰۶ھ میں ایک غار میں پوشیدہ ہو گئے اس غار کا نام ”سرّمن رأی“ ہے، شیعہ ہر سال ایک مقررہ تاریخ میں اس غار کے دروازے پر جمع ہو کر ان کے خروج کا انتظار کرتے ہیں ان کو اپنا بارہواں اور آخری امام مانتے ہیں جب تک وہ پوشیدہ ہیں اس وقت تک وہ اپنے مجتہدین کو ان کا نائب تسلیم کرتے ہیں یہ عقیدہ شرعاً لغو و باطل ہے ثم ابنه محمد القاسم المنتظر المهدي وقد اختفى في السرداب خوفاً من أعدائه وسيظهر فيملأ الدنيا قسطا وعدلا كما ملئت قبل جوراً وظلماً، ثم دفع الشارح مذهبهم بقوله وأنت خبير بأن اختفاء الإمام وعدمه سواء الخ (النبراس: ۳۱۴)۔ واللہ أعلم بالصواب

کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ ۲۴/۱۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہٗ ۲۴/۱۱/۱۴۲۸ھ

حضرتِ مہدی کو ”علیہ السلام“ کہنا

سوال: ۔ (۱۱) مہدیؑ موعود کو علیہ السلام کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

حاشیہ: (۱) النبراس، المنتظر المہدی: ۳۱۵، إمدادیہ، ملتان، پاکستان

الجواب: ۔صلوٰۃ وسلام اِصالۃً انبیاء اور فرشتوں کے ساتھ خاص ہے، اوروں کے لئے منع ہے اِلا تبعاً ۔(۱) واللہ أعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد حنیف غفرلہٗ

الجواب صحیح: العبد حبیب اللہ بستوی

الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہٗ

’’عمر بن خطاب‘‘ جیسے ناموں کے ساتھ ’’رضی اللہ عنہما‘‘ کہنا چاہیے یا ’’رضی اللہ عنہ‘‘؟

سوال: ۔(۱۲) جمعہ کے خطبۂ ثانیہ میں جو یہ اسماء آتے ہیں؛ مثلاً: عمر بن الخطاب، وعثمان بن عفان، وعلی بن ابی طالب وغیرہم، تو وہاں ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کہنا چاہیے یا ’’رضی اللہ عنہما‘‘؟ ۔

الجواب: ۔رضی اللہ عنہ جس کے لیے کہا جاتا ہے اس کے حق میں دعاء ہوتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائیں اور یہ اسی کے لئے درست ہے جو مسلمان ہو، ایمان لایا ہو، اور جن کا ایمان لانا ہی ثابت نہ ہو ان کے لیے اس کے جواز کی کیا صورت ہوگی پس ’’رضی اللہ عنہ‘‘ ہی لگانا چاہیے، رضی اللہ عنہما کہنا منع ہے ۔(۲) واللہ أعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد حنیف غفرلہٗ خادم مدرسہ ریاض العلوم گورینی

الجواب صحیح: حبیب اللہ بستوی

الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہٗ ۱۷/۲/۱۴۰۹ھ

(۱) یعنی کسی نبی کے نام کے بعد آلِ نبی یا صلحاء کا ذکر آجائے تو سب کے لیے علیہم الصلاۃ والسلام کہنا جائز ہے، ولا یصلی علی غیر الأنبیاء، ولا علی غیر الملٰئکۃ إلا بطریق التبع (الدر المختار مع الردّ، مسائل شتیٰ، بعد کتاب الخنثیٰ: ۵/۴۷۹ نعمانیۃ، دیوبند، الہند)

حاشیہ: (2) البتہ اگر صحابی ابن صحابی کا تذکرہ ہو، تو ’’رضی اللہ عنہما‘‘ کہنا چاہیے۔

فإن کان المذکور صحابیاً ابن صحابي قال: قال ابن عمر رضی اللہ عنہما، و کذا ابن عباس رضی اللہ عنہ، ...لتشملہ وأباہ جمیعاً.(کتاب الأذکار للنووی، کتاب الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب الصلاۃ علی الأنبیاء وآلہم تبعا لہم ﷺ: ۱۵۰، دار الکلم الطیب

غیر صحابہ کے لیے "رضی اللہ عنہ" کا استعمال

سوال:۔(۱۳) لفظ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے علاوہ ائمہ کرام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے لیے بولنا یا لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

تبلیغی نصاب میں جو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی مصنفہ ومؤلفہ کتاب ہے اس میں بعض جگہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے، اب بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں تو اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب:۔ حامداومصلیاومسلما: فی الدر: "ویستحب الترضی للصحابة الی قوله والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعبّاد وسائر الاخیار وكذا یجوز عكسهٔ أی الترحم للصحابة والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح ذكره الكرمانی وقال الزیلعی الاولیٰ أن یدعو للصحابة بالترضی وللتابعین بالرحمة ولمن بعدهم بالمغفرة والتجاوز۔"(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ صحابہ کے لیے رضی اللہ عنہ کہا جائے اور صحابہ کرام کے علاوہ ائمہ عظام علماء واولیاء کرام کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے، لیکن اس کے برعکس بھی جائز ہے، یعنی صحابہ کرام کے حق میں رحمۃ اللہ علیہ اور تابعین وعلماء وغیرہم کے لیے رضی اللہ عنہ، لیکن عادت بنانا مناسب نہیں۔ واللہ أعلم بالصواب

كتبہٗ: عبداللہ غفرلہٗ ۱۷/۳/۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہٗ

حاشیہ: (۱) الدر المختار مع الرد، باب مسائل شتیٰ، بعد کتاب الخنثیٰ: ۵/۴۸۰ نعمانیۃ، دیوبند
(وکذا فی أحسن الفتاویٰ، مسائل شتیٰ: ۹/۳۶، زکریا، دیوبند، الہند)۷

تبلیغ دین اور اس کے اصول

عابدالرحمٰن مظاہری بجنوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک انسان جب دنیا میں آتا ہے تو اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے،اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں ایک گمراہی کا راستہ اور دوسرا حق اور نجات کا راستہ ،گمراہی کے راستے کی دعوت دینے والا شیطان ہوتا ہے،حق کے راستے کی دعوت والے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحابؓ اور صالحین امت وعلماء کرام ہوتے ہیں، جن کا کام ہدایت والے راستہ کی رہنمائی کرنا اور گمراہیوں والے راستے سے روکنا ہوتا ہے،جس کو تبلیغ اور دعوت کہتے ہیں۔

تبلیغ کے معنی ہیں پیغام پہنچانا اور ''اسلام میں تبلیغ'' اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بندوں تک پہنچانے کو کہتے ہیں،اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فلاح وبہبود کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے آخیر میں اپنا آخری پیغام جس کو کلام اللہ یا قرآن پاک کہا جاتا ہے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ قیامت تک آنی والی انسانی نسلوں کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بنا کر بھیجا،اسی قرآنی پیغام کو تبلیغ کہتے ہیں اب چونکہ قیامت تک کوئی نبی اور رسول آنے والا نہیں ہے،اس لیے اب اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے ذمہ داری اس امت کے سپرد ہے،اور ان کی رہنمائی کے لیے اسلامی دستور قرآن وسنت کی شکل میں موجود ہے، جس کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو ہر انسان تک پہنچنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ اسلامی کے تبلیغ کے تین طریقہ ہیں۔زبان کے ذریعہ،تحریر کے ذریعہ اور عمل کے ذریعہ۔پھر ان تینوں کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔تبلیغ کے زبانی طریقہ کار میں ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' وغیرہ شامل ہیں جو تبلیغ اور دعوت کا ایک اہم رکن ہے باقی۔تحریری تبلیغ ،اور عملی تبلیغ ان کا تذکرہ بھی ضمنا اسی میں آجائے گا۔

تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کے ذریعہ ،انسان کی پوری زندگی کتاب وسنت کے مطابق ہوجائے ''رب چاہی ہو'' ''من چاہی نہ ہو'' اسلام میں مکمل طور سے داخل ہوجائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۰۸ [۲:۲۰۸]

مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے

اس آیت شریفہ میں انسان کے لیے کھلا پیغام ہے کہ وہ اسلام میں پورے طریقہ سے داخل ہو جائے، اور اس کی تمام نقل وحرکت، اس کا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا کھانا پینا، عبادات، معاملات، اخلاقیات، غرض کے اس کی پوری کی پوری زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو جائے اور اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضیات پر چلنے کی عادت بن جائے، اس کی پوری زندگی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والی کیفیت پیدا ہو جائے اور ان کا نمونہ بن جائے، اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو حاکم حقیقی نہ سمجھے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ کی الوہیت و ربوبیت کا دل اور زبان سے قبول کرنا اور عملاً اس کا ثبوت پیش کرنے کی ترغیب دینا۔ دعوت کے اس پہلو کو ''امر بالمعروف'' کہتے ہیں۔ اور جو باتیں اس کی ضد ہوں یعنی کسی کو اللہ کا شریک ماننے اور دین کے معاملے میں اپنی من مانی کرنے قرآنی تعلیمات کی خلاف ورزی کرنے سے روکنا اور ان باتوں سے روکنا جس کو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس کو ''نہی عن المنکر'' کہا جاتا ہے۔ دعوت کے ان دونوں پہلوؤں یا اصطلاح کو ''نہی عن منکر اور امر بالمعروف'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو تمام امم سابقہ کے مقابلہ میں شرف فضیلت بخشی اور اس کو بہترین جماعت کے خطاب سے سرفراز فرمایا، اس لیے کہ یہ اللہ کے بندوں کو راہ مستقیم اور ہدایت والے راستہ کی رہنمائی کرتے ہیں اور برے راستہ سے روکتے ہیں۔ اور خود بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی حکمت و دانائی سے عمل کی ترغیب دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط

﴿آل عمران:۱۱۰﴾

(مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

چنانچہ اس آیت مبارکہ میں ایک کھلا پیغام ہے اور اشارہ ہے کہ اے امت محمدیہ ﷺ تم بہترین امت ہو ''تمہیں لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے'' (یعنی تم پر یہ فرض کیا گیا ہے) اس لیے کہ تم لوگوں کو اچھائی کی دعوت دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔ اور تما

م انسانوں کے اصلاح کی فکر کرتے ہو۔

چنانچہ ہر مسلمان کا یہ ایمانی افریضہ بنتا ہے کہ وہ معروف (اچھائی) کا حکم دے اور منکرات (برائی) سے روکے۔

جیسا کہ اس بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

من رأى منكم منكراً فليغيره" بيدهٖ فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان۔ (مسلم: کتاب الایمان)

’’جب تم میں سے کوئی کسی بُرائی کو دیکھے تو اس کو چاہیے اسے اپنے ہاتھ سے مٹادے، اور اگر اس کی قوت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اس کی بھی قوت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا مانے اور یہ ایمان کا کمتر درجہ ہے۔‘‘

لٰہذا جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اس امت محمدیہ ﷺ کی حیثیت ایک داعی کی ہے، تو اس بعد اس کی ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں، چنانچہ ایک داعی جو دین اسلام کی تبلیغ کرنا چاہتا ہے اس کو دعوت کے یہ تین اہم اصول ذہن میں رکھنا چاہیے (۱) خیر کی دعوت (۲) منکرات سے روکنا (۳) اچھے کاموں کی ترغیب دینا۔

ان تینوں اصول کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح سے بیان فرمایا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴ [۳:۱۰۴]

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں (آل عمران: ۱۰۴)

یعنی ایک مسلمان پر تین ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

(۱) خیر کی دعوت دینا، یعنی ایک ایمان والے کی یہ ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ وہ غیر مسلم بھائی کو بھی ایمان کی دعوت دے اور اگر کھل کر دعوت دینے کی ہمت نہیں ہے، تو اشارۃً وکنایۃً اس کو حکمت سے سمجھائے، اگر اتنا بھی نہیں کرسکتا تو اس پر افسوس کرے اور برا جانے اور اس کے حق میں دعاء کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایمان اور عمل کی دولت سے نوازے اور میرے کلام میں تاثیر پیدا فرما۔ اب رہیں باقی دو باتیں یعنی ’’نہی عن المنکر‘‘ اور ’’امر بالمعروف‘‘ ان دونوں باتوں پر عمل کرنے کا پابند ہر مسلمان کو کیا گیا ہے، اور اس کو حکم دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی طاقت بھر

اچھی اور بری باتوں سے آگاہ کرتا ہے اور یہ اس کا ایمانی فریضہ ہے۔ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے اس طرح فرمایا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ: ۱۴۳)

"اور اس طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک "امت وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا والوں پر گواہ بنو۔"

یعنی اس امت کو احساس دلایا جارہا ہے کہ تمھاری حیثیت امت وسط کی ہے اور تم کو "شہدائ علی الناس" بنایا گیا ہے۔امت وسط کا مفہوم یہ ہے کہ تم ایک ایسا گروہ ہو جو سب سے افضل و برتر ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت کے مزاج میں میانہ روی اور اعتدال ہے۔امت وسط کی ذمے داری یہ ہے کہ وہ اپنے قول وعمل سے دین حق کی شہادت دے اور لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے قیام کو یقینی بنائے۔اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تمام انسانوں کو اللہ کی اطاعت کی طرف بلانا اللہ کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے نظام کو قائم کرنا اور اس پر عمل پیراء ہونا ہے۔

اس طرح اس امت وسط کی بڑی اہم ذمے داری یہ ہے کہ وہ "شہادت" کے فریضہ اسی طرح سے انجام دے،جس طرح سے اللہ کے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ نے عملاً اور قولاً انجام دیا۔ٹھیک اسی طرح سے امت مسلمہ کو دنیا کے ہر ملک اور قوم کے سامنے شہادتِ حق کا فریضہ ادا کرنا چاہئے اور اسلامی تعلیمات کو کماحقہ بغیر کسی رد و بدل کے دوسروں تک کو پہنچانا چاہئے۔

یادرہے قیامت کے روز جس طرح سے ایک مسلمان سے دیگر فرائض و واجبات کے متعلق جواب طلبی ہوگی،اسی طرح "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے متعلق بھی پوچھ گچھ ہوگی۔اس سے پوچھا جائے گا۔کیا تم نے وہ پیغام جو ہم نے اپنے رسول (ﷺ) کے ذریعہ تم تک پہنچایا،کیا اس کو تم نے اس کو دوسروں تک پہنچایا؟۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دَعَا اِلَىٰ هُدًى كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا ۔ (مسلم کتاب العلم)

"جس کسی نے ہدایت کی طرف لوگوں کو بلایا تو اس بلانے والے کو ویسا ہی اجر ملے گا جیسا کہ اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے اجر میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔"

مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُهَا مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ

شی ۔(رواہ مسلم)

''جو اسلام میں کوئی اچھا کام کرے اس کو بھی ثواب ملتا ہے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے اور ان کے ثوابوں میں کمی بھی نہیں ہوگی۔''

فَوَاللہِ لا یھدِیُ اللہُ بِكَ رجُلاً واحداً خیرٌ لّكَ من انْ یّکونَ لك حمرُ النعم۔ (بخاری)

''اللہ کی قسم! اگر تمھارے ذریعے اللہ کسی ایک شخص کو بھی راہ دکھادے تو یہ تمھارے حق میں سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری دنیا کی ہدایت کے لیے اسلامی تعلیمات دے کر مبعوث فرمایا اور ایسے وقت میں مبعوث فرمایا، جب پوری انسانیت نے اپنے پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کو بھلا دیا تھا۔ اس وقت نبی ﷺ نے انھیں مشرکوں اور کافروں کے سامنے اسلام کو پیش کیا۔ ان کے سامنے دین حق کی قولی و عملی شہادت کا ثبوت پیش کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کی ذمے داری کا احساس دیتے ہوئے فرمایا:

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً وَدَاعِياً إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجاً مُّنِيراً (الاحزاب:۴۶-۴۵)

"اے نبی! ہم نے آپ کو شہادت دینے والا، خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا، اللہ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

چناں چہ آپ ﷺ نے اس ذمے داری کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اب چونکہ قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اس لیے اب یہ ذمہ داری پوری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلامی پیغام کو دوسروں تک پہنچائے اور اس ذمہ داری کا پورا پورا حق ادا کرے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی ذمہ داری ہر اہل ایمان پر لازم ہے۔ اور یہ دعوت کی ذمہ داری صرف مردوں پر ہی نہیں بلکہ عورتوں پر بھی لازم کہ وہ اپنے گھروں میں رہ کر دین کی فکر کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (حم السجدۃ:۳۳)

''اور اس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُوْلَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَاب

(مومن:۴۰)

اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔"

جہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام کو کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی و فلاح کی بشارتیں دی گئی ہیں، وہیں اس فریضہ سے غفلت اور لا پروائی برتنے پر سخت وعیدیں بھی ہیں۔ اس کام کو بالکل چھوڑ دینا یا اس میں کوتاہی کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ سابقہ اموں اور ملتوں پر عذاب آنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی رہی کہ انہوں نے دعوت کے کام کو چھوڑ دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے "سورہ بنی اسرئیل" قوم اسرائیل کے حالات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ [۵:۷۹] (المائدہ:۷۹)

(اور) برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے بلاشبہ وہ برا کرتے تھے

اسلام ایک نعمت ہے۔ اس کو تسلیم کر لینے کے بعد دوسروں تک پہنچانا لازمی ہے۔ اس سے غفلت کو قرآن نے ظلم سے تعبیر کیا ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَادَةً عِندَهُ مِنَ اللهِ وَمَا اللهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (البقرہ:۱۴۰)

"ان سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی کسی شہادت کو جو ان کے پاس ہے چھپائیں؟ اللہ اس چیز سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَلِّغُوا عَنِّی ولوآیَۃً (بخاری)

"میری بات اوروں تک پہنچاؤ چاہے وہ ایک ہی بات ہو۔"

درجِ بالا آیات و احادیث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اس بات کا ذمہ دار ہے کہ جو دین اس تک پہنچا ہے اس کو وہ دوسروں تک پہنچائے۔

معاشرے سے بُرائیوں کے ازالے اور خاتمے کے لیے جدوجہد کرنا ایمان کی علامت ہے۔ یہ ایمان کا بنیادی تقاضا ہے کہ انسان جتنی بھی صلاحیت وقوت رکھتا ہے اس کو بھلائیوں کے نشر کرنے اور بُرائیوں کے ازالے کے لیے لگا دے۔

دنیا میں احکامِ الٰہی اور سنت نبوی ﷺ کو بلند کرنے کیلئے، اسلام کے غلبے کیلئے، اور دنیا و آخرت میں کامیابی کیلئے اسلامی اور غیر اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے دعوت کا کام کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اسے دین کا جس قدر علم ہے اس کو دوسروں تک احسن طریقے میں پہنچانا اور سکھانا ضروری ہے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے دعوتِ دین کے تقاضے کیا ہیں؟ دعوت وہ کونسی خصوصیات اور خوبیاں ہیں کہ جو اس کی دعوت کو ثمر بار بنا کر اس کی شخصیت کو قابل احترام اور اس کی دعوت کی کامیابی بناتی ہیں۔ داعی کو معاشرے میں تبدیلی پیدا کرنے کیلئے کیا کردار ادا کرنا چاہیئے دعوت کو مفید اور کامیاب بنانے کیلئے کون سے ذرائع اختیار کرنے چاہیئے، داعی کے فضائل دعوت کے احکام کیا ہیں، ایک داعی کیا لائحہ عمل اختیار کرے کہ معاشرے میں انقلاب برپا کر سکے۔ دعوت دین میں حائل مشکلات کا سامنا کیسے کیا جائے۔

دعوت کے چند زریں اصول:

ایک داعی میں مندرجہ ذیل اوصاف ہونا ضروری ہے۔ اگر ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دعوت کے کام کو کیا جائے گا تو ان شاء اللہ کامیابی حاصل ہوگی۔

ہر داعی کو یہ معلوم رہنا چاہیے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اگر نیت صحیح ہوگی اور خالص اللہ کی رضامندی کے لئے کوئی عمل ہوگا تو من جانب اللہ کامیابی بھی ملے گی اور اللہ کی نصرت شامل حال رہے گی اور اسی عمل پر اللہ کی طرف سے اجر کا وعدہ ہے اس لیے دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے کیلئے سب سے پہلے نیت کا خالص ہونا ضروری ہے، اگر دنیاوی مقاصد مال و متاع یا شہرت حاصل کرنا مقصود ہو تو پھر دنیا اور آخرت میں ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، یاد رہے نام و نمود والا کام زیادہ دن نہیں چلا کرتا اور بہت جلد ضائع ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ دنیا میں بھی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے اور آخرت کی ذلت و رسوائی وہ الگ ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (سورہ بینہ:۵)

اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ خدا کی عبادت کریں۔

إِنَّمَا الأَعمَالُ بالنِّيَّات، وإِنَّمَا لِكُلِّ امرءٍ مَا نَوَى، فمَنْ كانَتْ هجرَتُهُ إِلَى الله ورَسُولِهِ فهجرتُه إلى الله ورسُولِه، ومَنْ كانَت هجرَتُه لدُنيا يُصيبُها، أَو امرَأَةٍ يَنكحُها فهجرَتُهُ إلى ما هَاجَرَ إليْهِ) متَّفَقٌ عَلَيْه)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے ۔جس کی اس نے نیت کی ۔جس کی ہجرت اپنی نیت کے اعتبار سے اللہ اور اس کی رسول کی طرف ہوگی تو (اجر اور قبولیت کے اعتبار سے بھی) اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس کی اس نے نیت کی ۔(بخاری ۔مسلم)

اور اگر عمل میں اخلاص نہیں محض دنیاوی منفعت اور شہرت مقصود ہے تو اس بارے میں ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۝۱۵ [۱۱:۱۵]

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی

(جاری ہے)

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ؒ

ناصر الدین مظاہری

شہر سہارنپور کے جس علمی وروحانی خمیر سے حضرت مولانا وجیہ الدین صاحب سہارنپور، فقیہ الاسلام حضرت مولانا سعادت علی صاحب سہارنپوری جیسے سینکڑوں اکابر امت اور اساطین ملت اور زعماء پیدا ہوئے، اسی متبرک خمیر سے خمخانہ شاہ اسحاق محدث دہلوی ؒ کے جرعہ نوش، سید الطائفہ حضرت اقدس حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ کے استاذ محدث کبیر حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ؒ ۱۲۲۵ھ ۱۸۱۰ئ میں سہارنپور میں پیدا ہوئی۔

نام ونسب

حضرت محدث سہارنپوری ؒ، سہارنپور کے ایک ایسے انصاری خاندان کے چشم وچراغ تھے جو اپنی ممتاز علمی، دینی، روحانی اور عظیم المرتبت شخصیات کی وجہ سے مشہور ومعروف ہی، آپ کا سلسلۂ نسب اسی طرح ہی۔

"مولانا احمد علی بن شیخ لطف اللہ شیخ محمد جمیل بن شیخ احمد بن شیخ محمد بن شیخ بدر الدین بن شیخ صدر الدین بن شیخ ابوسعید شیخ جوہر انصاری ؒ (خلیفہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی ؒ)"

تعلیم وتربیت

تقریباً ۱۸ سال تک لہو ولعب اور کبوتر بازی وغیرہ خرافات میں عمر گزار دی، تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جس کا قلق اور اندرونی طور پر قلبی احساس مظاہر علوم (وقف) کے بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سعادت علی ؒ کو بہت شدت سے تھا چنانچہ حضرت مفتی سعادت علی ؒ نے ایک شخص کے ذریعہ مولانا احمد علی ؒ سے ایک علمی مسئلہ دریافت کرایا اس شخص نے حضرت محدث سہارنپوری سے مسئلہ پوچھا تو آپ جواب نہ دے سکے جس پر اس سائل نے طنزاً کہا کہ شہر کے اتنے بڑے علمی ودینی خانوادے میں رہ کر تمہیں یہ مسئلہ معلوم نہیں؟ اس بات سے حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے دل پر سخت چوٹ لگی اور اپنی عمر کے اٹھارہ سال بالکل ضائع ہوجانے کا تنبہ ہوا چنانچہ لہو ولب اور کبر تر بازی وغیرہ چھوڑ کر تحصیل علم کے لئے کھڑے ہوگئے سب سے پہلے میرٹھ تشریف لے گئے وہاں حفظ قرآن کے ساتھ ابتدائی فارسی کی تعلیم حاصل کی، میرٹھ کے بعد سہارنپور میں حضرت مولانا سعادت علی فقیہ سہارنپوری ؒ

سے عربی کی ابتدائی کتب پڑھنے کا شرف حاصل کیا حضرت اقدس مولانا مفتی الٰہی بخش قدس سرہ کے پاس کاندھلہ پہنچے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، وہاں زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مفتی کا انتقال ہوگیا۹ تو علم کی سچی تڑپ اور پیاس دہلی کھینچ کر لے گئی جہاں استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلیؒ کی محفل درس قائم تھی اور دنیائے علم وعرفان کی برگزیدہ ہستیاں کتابی علوم کے ساتھ روحانی تعلیم بھی حاصل کررہی تھیں۔ حضرت محدث سہارنپوریؒ بھی حضرت مولانا مملوک العلیؒ کے دریائے علم میں غوطہ زنی کرنے لگی، ایک طویل مدت تک حضرت مولانا مملوک العلیؒ کے دربارِ گہربار میں علمی وروحانی تعلیم وتربیت میں مصروف رہے اسی دوران سید الطائفہ حضرت اقدس حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ حضرت مولانا مملوک العلیؒ سے تعلیم حاصل کرنے کیلئے پہنچے چنانچہ مولانا مملوک العلی نے دیگر کتابیں خود پڑھائیں مگر گلستاں سعدی کا سبق حضرت محدث سہارنپوریؒ کے سپرد کیا حالانکہ ابھی حضرت سہارنپور علم حاصل کررہے تھے اس طرح تعلیم کے دوران تعلم کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۲۔

حضرت مولانا احمد علیؒ نے بخاری شریف کا اکثر حصہ اپنے تایا حضرت مولانا شاہ وجیہ الدین محدث سہارنپوریؒ سے پڑھا۳ مولانا وجیہ الدینؒ کو فقہ وتفسیر اور حدیث وغیرہ میں نہایت درجہ مہارت تھی آپ کے فتاوی معاصر علماء کی نظروں میں مستند اور معتبر تھے حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ آب کے فتاوی کو خاص اہمیت دیتے تھے آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ بھی ہیں۔

دہلی کے قیام کے دران حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ مکۃ المکرمہ ہجرت فرماگئے جس کی وجہ سے آپؒ سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا جس کا حضرت محدث سہارنپوریؒ کو نہایت درجہ احساس اور قلق تھا چنانچہ اپنے استاذ حضرت مولانا مملوک العلیؒ کی رفاقت میں مکۃ المکرمہ تشریف لے گئے اور حضرت شاہؒ کے پاس ایک سال سے کچھ زائد عرصہ رہ کر صحاح ستہ کا درس حاصل کیا اور اسی دوران حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ مکۃ المکرمہ میں حضرت محدث سہارنپوریؒ کے معمولات میں سے یہ تھا کہ فجر کے بعد سے ظہر تک احادیث کی کتابوں کو نقل فرماتے تھے اور ظہر کے بعد سے حضرت شاہؒ کی مجلس درس میں حاضر ہوتے تھے اسی مجلس میں صحاح ستہ کو مکمل فرمایا۴۔

۱۲۶۱ھ میں تعلیم سے فراغت اور حضرت شاہؒ سے خدمتِ حدیث شریف کی سند وجازت عطا ہوئی۵ پھر وہاں سے ہندوستان تشریف لاکر دہلی مین قیام فرمایا اور حدیث نبوی کی تعلیم کے ساتھ حدیث کی اعلیٰ کتب بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح

وغیرہ کی تصحیح حواشی اور تعلیق کی طرف متوجہ ہوئے پھر ان تصحیح شدہ کتابوں کی طباعت کیلئے پریس خریدا جو ''مطبع احمدی'' سے مشہور ومعروف ہوا۔اس مطبع نے حدیث کی بے مثال، ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔

خدمت حدیث شریف

حضرت محدث سہارنپوریؒ کی زندگی کا سب سے اہم،ممتاز اور معیاری کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے کتب خانہ کا وہ کام انجام دیا جو صدیوں سال سے امت مسلمہ پر قرض چلا آرہا تھا یعنی آپ نے کتب حدیث کی نہایت محنت، مشقت، باریک بینی، عرق ریزی، دقت نظری اور غایت اہتمام سے نہ صرف تصحیح کی بلکہ ان کی تعلیق عمدہ حواشی بے مثال بین السطور بھی رقم فرمائے چنانچہ بخاری شریف، ترمذی شریف، مشکوٰۃ المصابیح پر نہایت عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ حواشی ثبت فرمائے اور ان کی اغلاط کی تصحیح کا فریضہ انجام دیا،مسلم شریف کی تصحیح کے بعد ہندوستان میں سب سے پہلی مرتبہ شرح نووی کے ساتھ اپنے مطبع سے شائع کیا، ابوداؤد شریف کی تصحیح کے دوران کئی قدیم نسخوں کو سامنے رکھا، بخاری شریف کا حاشیہ آپ کے تمام حاشیوں اور کاوشوں میں تصحیح کے دوران کسی قدیم نسخوں کو سامنے رکھا، بخاری شریف کا حاشیہ آپ کے تمام حاشیوں اور کاوشوں میں اہمیت کا حامل ہے جس میں غیر معمولی کاوش سے کام لیا، متعدد علماء اور حدیث نبوی کے متخصصین وماہرین سے مدد لی تقریباً دس سال سے زیادہ عرصہ اسی بخاری شریف کی خدمت میں لگ گیا لیکن جب طبع ہو کر منظر عام پر آئی تو بڑے بڑے علماء آپؒ کی دقت نظری کے قائل ہونے پر مجبور ہوئے، ہر چہار جانب سے پذیرائی کی گئی اور آپ کی اس خدم کو عوام وخواص نے اتنا سراہا کہ دنیا کے چپہ چپہ میں جہاں جہاں علوم نبوی کی تعلیم ہوتی ہے وہاں وہاں مظاہر علوم کے مہتمم حضرت مولانا احمد علیؒ نکتہ آفرینی، حذاقت ومہارت، آپ کے علوم کی رفعت، حدیث نبوی بر کامل دسترس ہونے کی تعریف وستائش کی جاتی ہے اور انشاء اللہ تاقیام قیامت بخاری شریف کے ساتھ حضرت محدث سہارنپوری اور مظاہر علوم کا نام روشن رہے گا جس پر بجا طور پر مظاہر علوم کو ہمیشہ ناز رہا ہی۔

غرض ان تمام کتابوں کی غائرانہ وماہرانہ تصحیح وتحشیہ کے بعد بڑے اہتمام سے چھپوایا طباعت کے بعد بھی مزید تحقیق وتفتیش میں لگے رہے، پہلے اور دوسرے ایڈیشن کے بعد تیسرے ایڈیشن کے وقت سابقہ ایڈیشنوں کی اغلاط کو دور کیا، رجال کے انساب اور کُنی کا مفید اضافہ فرمایا اور ۱۸۶۷ءمیں تیسرا ایڈیشن منظر عام پر آیا۔

مذکورہ لازوال ولاجواب خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے دوسری کتب بھی تحریر فرمائی ہیں جن میں ایک کتاب قرأت

خلف الامام سے متعلق عربی میں تحریر کی جس کا نام ''الدلیل القوی علی ترک قرآۃ المقتدی'' ہے ۱۸۴۵ئ میں دہلی سے شائع ہوئی پھر اس کے فیض کو مزید عام کرنے کیلئے آپ نے اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ کیا جو ۱۸۷۸ئ میں طبع ہو کر مقبول ہوئی ۶۔

آپؒ کو فقہ حنفی پر مکمل عبور تھا آپ کے فتاویٰ نہایت معتبر، مستند اور معاصرین کی نظروں میں خاص اہمیت تھی۔

پریس ضبط ہوگیا

حضرت محدث سہارنپوریؒ نے رمضان ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ئ) تک دہلی میں حدیث کی بے مثال علمی خدمات کیساتھ درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا لیکن ۱۸۵۷ئ کے خونچکاں فسادات کا لامتناہی سلسلہ جس نے پورے ہندوستان بالخصوص دہلی کو تہ وبالا اور زیروزبر کر کے رکھ دیا تھا دہلی کے مسلمانوں پر تشدد وظلم کے جو پہاڑ توڑے گئے وہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا، ہزاروں بے قصوروں کو خنزیر کی کھالوں میں بھر کر نذرِ آتش کیا گیا چون ہزار علماء کو پھانسیاں دی گئیں، تین لاکھ قرآن کے نسخے جلا کر جمنا کے حوالے کر دیا گیا، ہزاروں زندہ لوگوں کو باندھ کر دریا برد کیا گیا، معصوم ماؤں بہنوں اور عفت مآب بیٹیوں کو سفید فام درندوں اور بشکل انسان شیطانوں نے اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر انہیں گولیوں سے بھون دیا، سینکڑوں عفت مآب ماؤں اور بہنوں نے اپنی عصمت کی حفاظت وصیانت اور اپنے پاک وصاف دامن کو داغدار ہونے سے بچانے کی خاطر کنویں اور دریا میں کود کر جان دیدی، چنانچہ بعض کنویں ایسی معصوم مریموں کی لاشوں سے بھر گئے تھی، عام مسلمانوں کی املاک اور جائدادوں کو ہڑپ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مکانات کو نذرِ آتش کیا گیا غرض دہلی مسلمانوں کیلئے مقتل بن چکا تھا ایسی صورت میں مسلمان اپنی جان بچا کر دہلی سے ہجرت کر رہے تھے حضرت مولانا احمد علیؒ محدث سہارنپوری بھی بڑی مشکل سے دہلی سے ہجرت پر مجبور ہوئی، آپ کا تاریخی پریس عیسائی درندوں کے جبر وتشدد کا شکار ہوگیا، چنانچہ دہلی سے سہارنپور تشریف لائے اور ڈیڑھ دو سال تک حدیث کی خدمت اور درس دینے میں مصروف رہے، پھر میرٹھ کے مشہور رئیس شیخ الٰہی بخش ۶ لال کرتی کے یہاں پانچ سو روپے ماہوار ملازمت اختیار کر لی ۷۔

رئیس صاحب بہت بڑے تاجر تھے پشاور سے کلکتہ تک تمام چاؤنیوں میں سامان پہنچانے کا ٹھیکہ آپ ہی کے پاس تھا چنانچہ کلکتہ اور مضافات میں رئیس صاحب نے حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کو مقرر کیا اسی سلسلہ میں تقریباً ۱۰۹ سال تک کلکتہ میں قیام رہا، وہاں بھی حدیث نبوی کی تدریس کا سلسلہ چلتا رہا اور حدیث نبوی کے شائقین فیض حاصل کرتے رہی ۸۔

اسی دوران حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے وہاں علماء دیوبند کے روحانی پیشوا، سید الطائفہ حضرت اقدس حاجی امداللہ مہاجر مکی تھانویؒ پیام پذیر تھے، آپؒ سے جب ملاقات ہوئی تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا مملوک العلی نے گلستاں کا سبق آپ کے سپرد کیا تھا اس لحاظ سے آپ میرے استاذ ہیں مگر ایک بات آپ سے عرض کروں گا کہ آپ نے جو رئیس صاحب کی ملازمت اختیار کی ہے یہ اچھا نہیں لگتا، آپ صاحب علم ہیں، چاہئے تو یہ تھا کہ آپ حاکم اور وہ محکوم ہوں جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے اس لئے آپ ملازمت چھوڑ کر حدیث نبوی کی تدریس اور خدمت میں لگ جائیے تا کہ خلق کو فیض ہو، مولانا نے قبول کر کے فرمایا کہ آپ ہمارے لئے حرم محترم میں دعا فرمائیں ۔(شمائم امدادیہ بتغیر اللفظ)

ملازمت سے استعفاء

حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد آپ ہندوستان آئے اور رئیس صاحب کی ملازمت سے استعفاء دیکر سہارنپور تشریف لائے اور کچھ عرصہ تک اپنے دولتکدہ پر درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا جو مظاہر علوم کے لئے بڑی سعادت اور خوشی کی بات تھی چنانچہ مظاہر علوم کی قدیم روداد میں کئی جگہ اس خوشی ومسرت کا بڑے کھلے لفظوں میں اظہار کیا گیا، چنانچہ ۱۲۹۱ھ کی روداد میں مرتب لکھتے ہیں ۔

”طالب علموں وعلوم دینیہ کے شائقین کو مژدہ ہو کہ امسال مولوی احمد علی مد فیوضہ کلکتہ سے ترک تعلق کر کے سہارنپور میں مقیم ہیں غرض اصلی یہی ہے کہ جس قدر بن پڑے علوم دینی کے پڑھانے میں اوقات صرف کیجئے

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

چنانچہ طالب علم حدیث مسافت بعیدہ سے یہ مژدہ سنکر فراہم ہو گئے اور کچھ مدرسہ مظاہر علوم کے طالب علم بھی ان سے پڑھتے ہیں، اکثر روز درس وتدریس میں گزرتا ہے بلکہ رات کو بھی بعض طالب علم پڑھتے ہیں اور ان کے سہارنپور کے قیام سے کتابوں کی مدد بھی طالب علموں کو بہت ملتی ہی!!۔

% اپنے دولت کدہ پر تقریبا ایک سال تک درس حدیث دیتے رہے پھر جب مظاہر علوم کی باقاعدہ عمارت (مدرسہ قدیم) ۱۲۹۱ھ سے ۱۲۹۲ھ تک مکمل ہوئی تو آپؒ مدرسہ کی اس عمارت میں منتقل ہو گئے تا حیات مظاہر علوم میں درس دیتے

رہی، مظاہر علوم میں آپ کی خواہش وتمنا کے مطابق ایک درسگاہ خاص کر دی گئی جہاں آپ طلبہ پر علوم کی بارش برساتے تھی، آپ نے اپنی کتب بھی اسی درسگاہ میں رکھیں تا کہ طالبان علوم زیادہ سے زیادہ فیض اٹھاسکیں، ان تمام توجہات اور بے پایاں عنایات کے باوجود آپ نے پوری زندگی مظاہر علوم کی حسبۃً للہ خدمت انجام دی چنانچہ مظاہر علوم کی روداد میں ہی۔

''الحمد للہ علی احسانہ کہ اس مدرسہ کے حال پر خداوند سبحانہ نے کتنا بڑا کرم فرمایا اور اس کی بیکسی پر رحم کھا کر کیسا مدرس بغیر تنخواہ عنایت کیا کہ اگر دوسو روپئے ماہوار صرف کر کے ہم مدرسہ کی آراستگی ایسے مدرس کے وجود با جود سے چاہتے تو ہرگز میسر نہ ہوتا چشم بددور گویا آفتاب علم بانی روح سعادت پرتاباں ہے اور نیز اعظم سماء رفعت اسی مدرسہ پر درخشاں ہی، خداوند جتنا بڑا تو نے انعام فرمایا ہے اتنا ہی اس کے شکر کی توفیق عطا فرما۔

''شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو''[۲۱]

حضرت محدث سہارنپوریؒ مظاہر علوم میں درس دینے کے ساتھ ساتھ اپنے دولت کدہ پر بھی متعدد طلبہ کو درس دیتے رہے اوران کے طعام وغیرہ کا خود ہی تکفل فرماتے تھے، مدرسہ کا نام ''مظاہر علوم'' آپ ہی نے تجویز فرمایا ۱۲۹۲ھ سے قبل کی تمام روداد میں ''عربی مدرسہ'' کے نام سے طبع ہوتی رہیں ''مظاہر علوم'' (۱۲۹۲ھ) سے ''مدرسہ قدیم'' کی عمارت کی تکمیل کا سنہ بھی برآمد ہوتا ہے اور اس کے صدر المدرسین فخر الاماثل حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کے اسم گرامی کی طرف لطیف اشارہ بھی ہی۔

مولانا احمد علی صاحبؒ کے تعلم کا یہ حال تھا کہ فجر سے عشاء تک طلبہ کی بھیڑ لگی رہتی تھی حتی کہ گھر سے مدرسہ آتے وقت راستے میں بھی طلبہ کو پڑھاتے جاتے تھی، یہی نہیں عصر کے بعد جب تفریح کیلئے گھوڑے پر سوار ہوتے اسوقت بھی علوم نبوی کے شائقین ساتھ ساتھ دوڑتے اور علم حاصل کرتے تھی۔ [۳۱]

مظاہر علوم میں طلبہ کی جس محنت، لگن اور خلوص سے حضرت محدثؒ نے تعلیم دی اس نے دور دور تک ''مظاہر علوم'' کا شہرہ بلند کیا، اس کا نظام تعلیم وتربیت عوام وخواص نے خوب سراہا اور الحمد للہ اکابر کے خطوط ونشانات اوران کی روایات پر اب بھی چلنے میں ''مظاہر علوم'' فخر محسوس کرتا ہی۔

آپ کی انتھک کوششوں اور مساعی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مظاہر علوم میں جو کتب زیر درس تھیں ان میں سے کئی کتابوں کو دو دو بار (مکرر) پڑھایا تھا جن کی پوری تفصیل روداد مظاہر علوم (۱۲۹۱ھ تا ۱۲۹۷ھ) میں مل سکتی ہی۔

فخر الاماثل حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی ؒ ۱۲۹۴ھ میں جب حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت محدث سہارنپوری ؒ نے ان کے عہدۂ صدارت کے تمام امور باحسن وجوہ انجام دیئے ان سے متعلقہ کتب بھی پڑھائیں اور ان کے دیگر امور کو انجام دیا ۱۴۔

۱۲۸۶ھ میں جب آپ کے ساتاذ عبقری الدہر فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سعادت علی صاحب ؒ فقیہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو اتفاق رائے سے حضرت قاضی فضل الرحمن صاحب ؒ مہتمم بنائے گئے مدرسہ کے اعیان اور اکابر نے حضرت محدث ؒ کو چونکہ نائب مہتمم کا عہدہ خالی تھا اس لئے اس عہدہ پر سرفراز کیا، پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ۱۲۹۱ھ میں آپ کو مظاہر علوم کے جلسۂ عام میں اتفاق رائے سے مدرسہ کا مہتمم تجویز کیا گیا اور اس سال ۱۲۹۱ھ کی روداد مہتمم مدرسہ کی جگہ آپ کا اسم گرامی شائع ہوا ۱۵۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد علی صاحب ؒ محدث سہارنپوری کی تشریف آوری سے مظاہر علوم کو بہت زیادہ ترقی ملی، تعلیمی معیار بلند ہوا، مالی استحکام ہوا، دور دراز تک اس کی شہرت ہوئی اور اس کو مقبولیت کا ڈنکا بجا، ملیات کی فراہمی کیلئے آپ نے بار بار سفر فرمایا چنانچہ دفتر مدرسہ قدیم (جو مظاہر علوم کی سب سے پہلی عمارت ہی) کیلئے حضرت موصوف نے دس ہزار روپئے کی خطیر رقم حاصل کر کے مدرسہ میں داخل فرمائی۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اپریل ۱۹۷۷ئ)

آپ نہایت درجہ کے شریف النفس، خلیق، شفیق، رفق و نرمی میں ممتاز، سخاوت و دریادلی میں بیمثال امانت و دیانت کی باوقار ہستی تھی، روزانہ نئی پوشاک زیب تن کرتے اور اتارے ہوئے کپڑے غریبوں کو تقسیم فرمادیتے تھے چنانچہ آپ کی مذکورہ بالاصفات وخصوصیات کی وجہ سے ہر شخص آپ کا گرویدہ اور مداح تھا۔ زہد و ورع، عبادت و ریاضت اور خلوص وللٰہیت کے نیر تاباں تھے، آپ کے تقوی و تقدس کے کئی واقعات زبان زد ہیں اور جن کا تذکرہ مظاہر علوم کی رودادوں، تاریخ مظاہر علوم اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی ؒ کی آپ بیتی وغیرہ میں موجود ہی۔

ایک مرتبہ آپ فراہمی مالیات کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے وہاں ایک ایسی جگہ گئے جہاں آپ کا کوئی جاننے والا تھا وہاں بھی چندہ خوب ہوا مگر جب آپ نے مدرسہ میں آمد و صرف کا حساب پیش کیا تو ایک جگہ تحریر تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک کا کرایہ نہ لکھا جائے کیونکہ وہاں مجھے ایک دوست سے ملنا تھا چندے کی نیت نہیں تھی اگر چہ کافی چندہ ہوا ۱۶۔

اسی طرح ایک مرتبہ بنارس میں والیٔ ٹونک سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے تو سفر خرچ کے حساب میں سہارنپور سے کانپور تک کا کرایہ نہیں لکھا وجہ یہ تھی کہ کانپور میں ایک صاحب سے ذاتی ملاقات کی تھی، اہل مدرسہ نے کوشش کی کہ کرایہ لے لیں

مگر حضرت نے واپس فرمادیا۷۔

ان دو واقعات ہی سے آپ کی متقیانہ حیات مبارکہ کی جھلک نظر آجاتی ہی۔آپ فرشتہ صفت انسان تھے جب تک حیات رہے طلبہ اور مدرسہ پر اپنی دولت لٹاتے رہی،حسبۃً للہ تعلیم کے باوجود دو تین سو روپے سالانہ اپنی جیب خاص سے مدرسہ کو مرحمت فرماتے تھی،ہر سال نہایت وقیع علمی کتب سے بھی مظاہر علوم کو نوازتے رہتے تھے اور طلبہ کا امتحان بھی بڑے اہتمام سے لیتے اور اپنی طرف سے نقد ورقوم کے علاوہ کتابوں کی شکل میں انعام بھی دیتے،چنانچہ کامیاب طلبہ کو بخاری شریف کے ۶۲ اور ترمذی شریف کے ۶ نسخے عطا فرمائے تھی۸۔

مولانا حاج حضرت احمد علی محدث

☆

سر خیل عالمانہ و شیخ الحدیث امجد

بودہ پئے مظاہر آں ذات چوں مؤسس

☆

او ہم باتدائش کارش نمود بیحد

در ہند بار اول با حسنِ حواشی

☆

کردہ حدیث طبع از حق چوں شد مؤید

استاذ کل بدوراں آں مرجع افاضل

☆

چوں انتقال کردہ گردید زیب مرقد

انعامَ بہر امر و فرمائش احباء

☆

سال عیسوی فوتش گفت از حساب ابجد

مولانا پاک جبہ احمد علی محدث

☆

درجلوۂ جناں شد از لطفِ ربِ اوحد

۶۷۸

۴۰۰۱

۱۸۸۰ء

حواشی

۱۔ماہنامہ الفرقان اگست ستمبر ۱۹۸۱ء (از مولانا نوار الحسن صاحب راشد کاندھلوی)

۲۔تذکرہ مفتی الٰہی بخش و افتتام مثنوی معنوی دفتر ششم۔

۳۔شمائم امدادیہ ملخصاً و امداد المشاق از مولانا مشتاق انبہٹوی ؒ)

۴۔بزم اطہر (مجموعہ ملفوظات مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہ

۵۔سوانح قاسمی از مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ

۶۔اسی لئے خودکو اسحاقی لکھتے تھی (مقدمہ صحیح بخاری)

۷۔ماہنامہ الفرقان ماہ اگست و ستمبر ۱۹۸۱ء ملخصاً) مفتی صدرالدین آزردہؒ نے بخاری کے حاشیہ کو دیکھکر ایک مقدمہ بھی لکھا جو آخر میں درج ہی۔

۸۔شیخ الٰہی بخش لال کرتی بہت بڑے رئیس تھے ابتداء میں بدعت کی طرف مائل تھے اور قبروں پر چراغاں وغیرہ کیا کرتے تھے لیکن مظاہر علوم کے بانی فقیہ العصر مفتی سعادت علی صاحبؒ کے سمجھانے پر سمجھ گئے اور چراغاں وغیرہ سے توبہ کرکے پکے دین دار بن گئی۔(از مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہ)

۹۔حیات شبلی از مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ (ن،م)

۱۰۔ماہنامہ دارالعلوم اپریل ۱۹۷۱ء (ملخصاً)

۱۱۔روداد مظاہر علوم ۱۲۹۱ھ (ن،م)

۱۲۔روداد مظاہر علوم ۱۲۹۲ھ (ن،م)

۱۳۔الفرقان لکھنؤ اگست ستمبر

۱۴۔روداد مظاہر علوم ۱۲۹۵ھ

۱۵۔روداد مظاہر علوم ۱۲۹۱ھ (ن،م)

۱۶۔آپ بیتی از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ

۱۷۔ریکارڈ مظاہر علوم وقف سہارنپور و تاریخ مظاہر

۱۸۔روداد مظاہر علوم ۱۲۹۱ھ تا ۱۲۹۷ھ

۱۹۔تاریخ دیوبند از سید محبوب رضوی، سوانح قاسمی از مولانا گیلانیؒ روداد دیوبند

۲۰۔روایت از حضرت مولانا اطہر حسین

۲۱۔شجرۂ سعادت" مرتبہ استاذ محترم حضرت مولانا اطہر حسین

۲۲۔حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا انتقال حضرت محدث سہارنپوریؒ کی وفات سے دو روز قبل یعنی ۴ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ م ۱۴ اپریل ۱۸۸۰ء میں ہوا اور ان کے دو یوم بعد حضرت محدث سہارنپوریؒ کی رحلت ہوئی

سنانے ہم لگے جس وقت جانبازوں کے افسانے
سرِ محفل لگے آخر سخن سازوں کو غش آنے
نہیں معلوم کیا انجام ہو اس کا خدا جانے
غضب ہے آج محفل میں نہ شمعیں ہیں نہ پروانے

حسن معاشرت

مولانا نور الحسن انور

بیوی۔۔۔۔۔۔شوہر سے۔۔۔آپ صادق کی بیوی کے جنازے پہ کیوں نہیں جا رہے؟

وہ تو۔۔۔۔۔۔۔آپ کا بڑا گہرا دوست ہے۔۔۔۔اور پھر اس نے پیغام بھی بھیجا ہے۔۔۔

3 بجے جنازہ ہے ابھی کافی وقت ہے جائے آپ کی وجہ سے اس کا دکھ ہلکا ہو جائے گا۔۔۔۔

شوہر بس شرمندگی کی وجہ سے نہیں جا رہا ہوں۔۔۔۔۔بیوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیسی شرمندگی؟

شوہر دیکھو صادق تو مجھے اپنی چوتھی بیوی کے جنازے پر بلا رہا ہے۔۔۔۔اور ایک میں ہوں ایک بار بھی نہیں بلا سکا۔۔۔۔۔۔میاں۔۔۔۔اور بیوی۔۔۔۔۔عجیب رشتہ ہے۔۔۔۔۔یہ عجیب بندھن ہے جسے توڑنے کے لئے نہیں نبھانے کے لئے باندھا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔یہ نازک بھی ہے۔۔۔اور مضبوط بھی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اس رشتے کی بنیادیں صرف محبت ایثار،،،،۔۔۔مروت چاہت سے ہی قائم ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ایک شوہر کی دو بیویاں تھیں ہر ایک کو یہ ہی فکر لاحق رہتی تھی۔۔۔۔۔۔کہ اس کا شوہر۔۔۔۔۔۔۔دوسری سے زیادہ محبت کرتا ہے۔۔۔۔ایک دن شوہر نے دو انگھوٹھیاں خریدیں۔۔۔۔اور ایک بیوی کو بلا کر۔۔۔اسے ایک انگوٹھی دے کر کہا۔۔۔۔اسے سنبھال کے رکھنا اور دوسری کو مت بتانا۔۔۔۔۔۔۔اسی طرح اپنی چھوٹی بیگم کو بھی ایک انگھوٹھی دے کر۔۔۔۔۔۔راز رکھنے کی ہدایت کی۔۔۔۔ایک دن دونوں بیویاں اور خاوند۔۔ا کھٹے بیٹھے تھے کہ ایک نے پوچھا۔۔۔۔جی سنئے گا۔۔آج آپ بتا دیں ہم دونوں میں سے کون آپ کو۔۔۔۔پیاری لگتی ہے۔۔۔۔۔۔شوہر نے جواب دیا۔۔۔۔۔۔۔جس کے پاس میری انگوٹھی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اب دونوں خوش تھیں ہر کوئی یہ ہی سمجھ رہی تھی کہ شوہر کو مجھ سے زیادہ پیار ہے۔

اسے آپ سیاسی بیان کہیں۔۔۔۔۔۔یا عبدالرحمان ملک کا فلسفہ۔۔۔وقت ٹپاو۔۔۔۔۔۔آپ اگر غور کریں۔۔۔معاشرے کا سب سے چھوٹا یونٹ ایک خاندان ہوتا ہے۔۔۔۔جس میں مرد و عورت۔۔۔۔۔۔میاں بیوی کی حثیت سے شامل ہوتے ہیں۔۔۔۔اسلامی قانون ازدواج ایک ایسا قانون ہے۔۔۔۔جو قوانین تمدن میں سب سے زیادہ وسیع الا ثر

ہے۔۔۔۔۔۔۔آپ قرآن پاک کا مطالعہ کریں۔۔۔قرآن مرد کو خاندان کا سربراہ قرار دیتا ہے:

الرجال قوامون (النساء۔)۔۔۔۔۔مرد کو عورتوں پہ قوام فرمایا۔۔۔۔۔اور دوسرے مقام میں لرجال علیھن درجۃ۔۔۔(بقرہ)۔۔۔۔۔۔کہ مردوں کو عورتوں پہ مرتبہ حاصل ہے۔۔۔یہ کہ کے اس طرف اشارہ کیا کہ خاندان نظم وضبط اور اس کی دیکھ بھال۔۔۔۔۔میں مردوں کو اولیت حاصل ہے۔۔۔۔۔اور مردوں سے کہا گیا۔۔۔۔۔سورۃ النساء میں۔۔۔۔۔۔عاشروھن بالمعروف۔۔۔۔۔یعنی عورتوں کے ساتھ ہمیشہ قانون شرعیہ کے مطابق نیک سلوک کرو۔۔۔۔۔۔۔اسلام نے اس رشتے کو نبھانے کا حکم دیا۔۔۔۔۔اگر درمیان میں کوئی دراڑ پیدا ہونے لگے تو۔۔۔۔۔۔۔لڑکی اور لڑکے والوں کی ذمے داری ہے اس دراڑ۔۔کو دراز ہونے سے روکنا۔۔اور اس مقدس رشتے کو بکھرنے سے بچانا۔۔

پیامِ محبت

اقتباسات از کلامِ مجذوبؒ

محمد ذیشان نصر

ہمارا جھنڈا

الٰہی جہاں میں ہیں جتنے بھی پرچم　　　ہمارے پھریرے کے آگے ہوں سب خم
ہمارے ہو زیرِ عَلم سارا عالم　　　نظر آئیں چاروں طرف بس ہمیں ہم

یہ ہو سُرخرو سبز جھنڈا ہمارا
اُڑے چارسُو سبز جھنڈا ہمارا

فلک کی بلندی پہ پہنچے دوبارہ　　　ہمارا ہلال اور ہمارا ستارا
کِسی سے ہمیں ہو نہ دبنا گوارا　　　وہ کوئی سکندر ہو یا کوئی دارا

یہ ہو سُرخرو سبز جھنڈا ہمارا
اُڑے چارسُو سبز جھنڈا ہمارا

پھر اِسلام کا ہم وہ جذبہ دکھا دیں　　　کہ اطرافِ عالم میں ڈنکا بجا دیں
دلوں پر وہ ہیبت کا سکّہ بٹھا دیں　　　کہ جتنے بھی سرکش ہیں سب سَر جھُکا دیں

یہ ہو سُرخرو سبز جھنڈا ہمارا
اُڑے چارسُو سبز جھنڈا ہمارا

کچھ اِس رنگ سے نغمۂ حق سُنائیں / کہ سب رنگِ توحید میں رنگ جائیں
کچھ اِس کیف سے گیت وحدت کے گائیں / کہ کھنچ کھنچ کے سب ایک مرکز پہ آئیں

یہ ہو سُرخرو سبز جھنڈا ہمارا
اُڑے چارسُو سبز جھنڈا ہمارا

ہے مُسلم کی ہستی برائے عبادت / ہے اِسلام گردن نہادن بطاعت
بدل دیں جو ہم سرکشی کی یہ عادت / تو ساری زمیں پر ہو اپنی خلافت

یہ ہو سُرخرو سبز جھنڈا ہمارا
اُڑے چارسُو سبز جھنڈا ہمارا

بہ آں فخرِ کونین و شاہِ دو عَالم / بہ آں خیرؐ خواہ و پناہِؐ دو عَالم
بہ آں حضرت ِ قبلہ گاہ ِ دو عَالم / عطا ہم کو ہو عزّ و جاہِ دو عالم

یہ ہو سُرخرو سبز جھنڈا ہمارا
اُڑے چارسُو سبز جھنڈا ہمارا

ان آہوں میں مظلُوم کی وہ اثر دے / جو اک جوش کی آگ سینوں میں بھر دے
جو مُسلم کو اِس درجہ سرمست کر دے / کہ وہ دین پر بے جھجک اپنا سَر دے

یہ ہو سُرخرو سبز جھنڈا ہمارا
اُڑے چارسُو سبز جھنڈا ہمارا

ترانۂ مسلم

آثار سے ہے ماضی ہر سو عیاں ہمارا ہر خطۂ زمیں ہے افسانہ خواں ہمارا

گذرا ہے ایسا زریں عہدِ گذشتہ کس کا ثانی کوئی بتائے تاریخ داں ہمارا

پرواز کی حدیں تھیں گھیرے ہوئے جہاں کو چھوٹا سا تھا عرب میں گو آشیاں ہمارا

کس ملک و مملکت میں اس صفحۂ زمیں پر گونجا نہ زیرِ گردوں شورِ اذاں ہمارا

نامِ خدا مچاچی وہ دھوم دو جہاں میں شہرہ یہاں ہمارا چرچا وہاں ہمارا

کایا جنھوں نے پلٹی عالَم کی وہ ہمیں تھے زوروں پہ جن دنوں تھا بخت جواں ہمارا

لرزاں تھی ساری دنیا تلوار سے ہماری مانے ہوئے تھا لوہا سارا جہاں ہمارا

ایمان کی تھی قوت اخلاص کی تھی برکت اک اک ہزار کا تھا اک اک جواں ہمارا

ظلمت کدہ کو ہم نے دنیا کے جگمگایا دِل مثلِ مہر انور تھا ضَوفشاں ہمارا

آتے تھے آسماں سے بہرِ مدد فرشتے اللہ میاں کے ہم تھے اللہ میاں ہمارا

راہیں ترقیوں کی کیوں ہم پہ سب نہ کھُلتیں ہادیٔ تھا سرگروہِ پیغمبراں ہمارا

سالارِ کارواں کے نقشِ قدم کو چھوڑا گم ہے جو وادیوں میں اب کارواں ہمارا

کل اپنا تھا ہر ایواں عشرت کا اِک مُرقّع اور آج ہر کھنڈر ہے اِک نوحہ خواں ہمارا

کیا ہنس رہے ہیں دشمن بدلے گا زیرِ گردوں دورِ بہار اُن کا دَورِ خزاں ہمارا

کمزور پا کے ہم کو چھیڑیں نہ اہلِ باطل سوسو پہ بھی ہے بھاری ہر ناتواں ہمارا

بندے ہیں ہم خدا کے خود دار ہیں بلا کے خم ہوگا سر نہ ہرگز پیشِ بتاں ہمارا

قائم رہے ہیں حق پر ہم سر کٹا کٹا کر
چپ ہے، زبان خنجر سچ ہے بیاں ہمارا

مسلم ہیں ہم غلامی کرتے نہیں کسی کی
بس اک خدائے برتر ہے حکمراں ہمارا

رکھتے ہیں خون آباء اب تک وہی رگوں میں
شک جس کو ہو وہ کر لے پھر امتحاں ہمارا

پائیں جو کچھ بہانہ الٹیں ابھی زمانہ
بجلی کا خزانہ قلبِ تپاں ہمارا

قوت تو حق نے دی ہے، تنظیم کی کمی ہے
جاتا ہے زور اکثر سب رائگاں ہمارا

غیروں سے کیا شکایت غیروں سے کیا توقع
موقوف ہے ہمیں پر سود و زیاں ہمارا

ہم خاک ہو گئے گو پامال کرنے والو
اُٹھے نہیں کہ پھر ہے سارا جہاں ہمارا

کیونکر نبھے بتوں سے اب دوستی ہماری
ہر امرِ مذہبی ہے اُن کو گراں ہمارا

کر دیں گے اپنے دیں پر ہم اپنی جان صدقے
سو جاں سے بھی ہے پیارا یہ جانِ جاں ہمارا

ٹھانی ہے بس اب یہی دم لینگے ہم نہ ہرگز
ہو جائیگا نہ جب تک ہندوستاں ہمارا

دنیا میں ہو رہا ہے ہر سمت حشر برپا
ہو جائے اب تو زائل خوابِ گراں ہمارا

شایانِ شانِ مرداں اے مسلمو نہیں ہے
یہ بیٹھنا گھروں میں مثلِ زناں ہمارا

نعروں سے دشمنوں میں پڑ جائے اک تہلکہ
ہر سُو جلوس نکلے باعزّ و شاں ہمارا

نالوں میں بھی ہمارے نعروں کی سی کڑک ہے
مردانہ قسم کا ہے طرزِ فغاں ہمارا

ہو پھر نصیب یارب ہم کو عروجِ سابق
چھا جائے کل جہاں پر قومی نشاں ہمارا

کیا واقعہ غدیر سے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے؟؟؟

قسط ۔۔۔۔۔ ۲

مولانا محمد نبیل خان قاسمی

شیعہ کا خلافت بلافصل پر استدلال

شیعہ حضرات کے نزدیک روایت ھٰذا (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے لئے نہایت اہم حجت اور قوی تر دلیل ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ رویت ھٰذا میں مولا کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے، (یعنی جس کا مولا میں ہوں حضرت علی بھی اس کے مولا ہیں) اور مولا کے معنی خلیفہ اور حاکم کے ہیں۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے مولا ہیں فلھٰذا اس فرمان کی بنا پر حضرت علی بھی تمام امت کے مولا ہیں اور یہ روایت مسلم بین الفریقین ہے۔ اور متوارات میں اس کو شمار کیا جاتا ہے لہٰذا اس پر عقیدے کی بنیاد ہو سکتی ہے۔ نیز اس نوع کی روایت کسی دوسرے صحابی کے حق میں وارد نہیں ہوئی۔ فلھٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے لئے یہ نص صریح ہے اور آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت کے لئے خلیفہ اور حاکم ہیں۔۔۔۔

روایت ہٰذا کے متعلق فریق مقابل کا یہ دعوٰی کہ یہ روایت بین الفریقین متواتر روایات میں سے ہے۔ قابل غور ہے۔ یہ دعوٰی علی الاطلاق صحیح نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ بعض اکابر محدثین نے اس روایت پر کلام کیا ہے۔ اس وجہ سے اس روایت کو متواترات میں سے شمار کرنا صحیح نہیں۔ یہ روایت اخبار آحاد میں سے ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ اس کی اسانید ضعف سے خالی نہیں۔ تاہم بعض علماء اس روایت کی صحت کے قائل ہیں اور روایت کو اپنے مفہوم کے اعتبار سے قبول کرتے ہیں۔ بحر حال ہم بھی اس روایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد روایت ہٰذا کے معنی و مفہوم میں کلام جاری ہے اس پر توجہ فرمائیں۔

نیز فریق مقابل کا یہ قول کرنا کہ یہ الفاظ کسی دوسرے صحابی کے لئے استعمال نہیں ہوئے یہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام صحابی رسول حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

قال لزید انت اخونا و مولانا۔

آپ ہمارے بھائی ہیں اور ہمارے مولےٰ ہیں۔

(مشکوۃ شریف ص ۲۹۳ بحوالہ بخاری و مسلم باب بلوغ صغیر الفصل الاول)

روایت ہٰذا میں لفظ مولا وارد ہے

مولا کے معنی کتاب و سنت اور لغت عرب میں متعدد پائے جاتے ہیں۔

النہایہ لابن اثیر الجزری۔ (جو لغت حدیث میں مشہور تصنیف ہے) میں مولا کہ سولہ عدد معانی ذکر کئے ہیں لیکن ان میں خلیفہ بلافصل اور حاکم والا معنی کہیں نہیں ملتا یکسر مفقود ہے۔ یعنی لغت حدیث والوں نے مولا کا یہ معنی کہیں نہیں بیان کیا۔ باقی معانی انہوں نے لکھے ہیں۔ (النہایہ فی غریب الحدیث ج ۴ ص ۲۳۱)

اسی طرح؛ المنجد؛ میں مولا کے اکیس معنی ذکر کئے گے ہیں وہاں بھی مولا کا معنی خلیفہ یا حاکم نہیں پایا گیا۔ یہ تو کسی مسلمان کی تالیف نہیں ایک عسائی کی علمی کاوش ہے۔ سو یہ بات پختہ ہے کہ اس روایت میں مولا کا لفظ خلیفہ اور حاکم کے معنی میں ہرگز وارد نہیں۔ اس طرح کتاب اللہ اور دیگر احادیث صحیحہ میں مولا کا لفظ خلیفہ یا حاکم کے معنی میں کہیں مستعمل نہیں دیگر معانی میں وارد ہے۔ اہل علم کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے خلافت بلافصل ثابت کرنے کے لئے نص صریح درکار ہے۔ لفظ؛ مولا؛ جیسے مجمل الفاظ جو متعدد معانی کے حامل ہوں اور مشترک طور پر مستعمل ہوتے ہیں سے یہ مدعٰی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔۔

مختصر یہ کہ خلافت بلافصل کا دعوٰی خاص ہے اور اس کے اثبات کے لئے جو دلیل پیش کی گئی ہے۔ اس میں لفظ مولا اگر بمعنی حاکم ہو تو بھی یہ لفظ عام ہے۔ دلیل عام مدعٰی خاص کو ثابت نہیں کرتی۔۔۔

اگر بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے کہ خلافت بلافصل کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ارشاد فرمایا تھا اور جناب علی رضی اللہ عنہ بلافصل خلیفہ نامزد تھے تو درج ذیل چیزوں پر غور فرمائیں اصل مسئلہ کی

حقیقت واضح ہو جائے گی۔

1۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے کچھ قبل حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جائے اس بنا پر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسئلہ خلافت و امارت کے متعلق عرض کریں۔ اگر یہ امارت ہم میں ہوگی تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے اور اگر امارت و خلافت ہمارے سوا دوسروں میں ہوگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق لوگوں کو وصیت فرما دیں گے۔ اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ خلافت و امارت کے متعلق سوال کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرما دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ کبھی ہمیں خلافت کا موقع نہیں دیں گے، اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں اس بات کا ہرگز سوال نہیں کروں گا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے بحوالہ بخاری شریف ذکر کیا ہے۔

فقال علی انا واللہ لئن سئالنا ھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنعنا ھا لا یعطینا ھا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسالھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(البدایہ لابن کثیر ج ۵ ص ۲۲ تحت حالات مرض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بحوالہ بخاری شریف)

اس واقعہ نے واضح کر دیا ہے کہ خم غدیر کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی فیصلہ خلافت نہیں ہوا تھا، ورنہ طے شدہ امر کے لئے ۱۔ اولا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ گفتگو ہی نہ فرماتے۔ ۲ ثانیا حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے کہ اس مسئلہ کا میرے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم میں فیصلہ فرما چکے ہیں۔ لہٰذا اس سوال کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

2۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حق میں اس نص صریح کو کیوں پیش نہیں فرمایا؟

(۳) تمام مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو غدیر خم کے موقعہ پر اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست سننے والے تھے انہوں نے اس نص صریح کو یکسر کیسے فراموش کر دیا؟ اور حضرت علی سے اعراض کر کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اگر کوئی صاحب یہ کہنے کی جرائت کریں کہ ان حضرات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے نص صریح معلوم تھی مگر انہوں نے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بعض دیگر مصالح کی بنا پر پس پشت ڈال دیا اور اس سے اعراض کرتے ہوئے اس پر عمل

درآمد نہیں کیا۔تو یہ کہنا حقیقت کے برخلاف ہے۔نہ شریعت کا مزاج اسے تسلیم کرتا ہے۔نہ عقل اسے ممکن مانتی ہے۔وجہ یہ ہے کہ فرمان نبوت کی اطاعت صحابہ کرام کے لئے ایک اہم ترین مقصد حیات تھی۔لہٰذا یہ تمام حضرات نبوت کیخلاف کیسے مجتمع ہو سکتے تھے۔

(لا تجتمع امتی علی الضلاله)

(جاری ہے)

نامور علماء کے مثالی واقعات

قسط 1

مولانا داؤد الرحمن علی

میں آپ کی زبان کا بوسہ لینا چاہتا ہوں

مشہور صاحب علم بزرگ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ ایک مرتبہ سنن ابو داوٴد کے مؤلف ابو داوٴد رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے امام ابو داوٴد رحمہ اللہ نے بڑی عزت وتکریم کے ساتھ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ کو اپنی مسند پر بٹھایا جب وہ اطمینان سے بیٹھ گئے تو حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں ایک درخواست لایا ہوں مگر جب تک آپ یہ وعدہ نہ فرمائیں گے کہ حتی الامکان میری درخواست ضرور شرف قبولیت سے باریاب فرمائیں گے اس وقت تک میں عرض نہیں کروں گا۔

امام ابو داوٴد رحمہ اللہ نے جب منظوری دے دی تو حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ نے نہایت لجاحت کے ساتھ یہ عرض کیا کہ آپ اپنی زبان جس سے میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان فرماتے ہیں باہر نکالیے تا کہ میں اس کو چوم لوں چنانچہ امام ابو داوٴد رحمہ اللہ نے اپنی زبان نکالی اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ امام ابو داوٴد رحمہ اللہ کی زبان کو چوم لیا۔ (ابن خلکان ج 1 ص 214)

امام الحدیث حضرت اسماعیل رحمہ اللہ کو جب یہ خبر ملی کہ شیخ الحدیث محمد بن ایوب رازی رحمہ اللہ کی وفات ہو گئی ہے تو انہوں نے رنج وغم سے گریہ وزاری اور جوش بیقراری میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگے اور اسقدر روئے کہ آپ رحمہ اللہ کی چیخیں نکل گئیں گھر والے یہ منظر دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے جب لوگوں نے حضرت اسماعیل رحمہ اللہ سے رنج وغم کا سبب دریافت کیا حضرت اسماعیل رحمہ اللہ نے روتے ہوئے فرمایا:

تم لوگ ہمیشہ سے مجھ کو سفر کرنے سے روکتے رہے آخر شیخ الحدیث محمد بن ایوب رازی رحمہ اللہ وفات پا گئے ہیں! اب تم ہی بتاوٴ کہ میں انہیں کہاں پاوٴں گا! اور میں علم حدیث کس سے حاصل کروں گا؟

گھر والوں نے ان کو تسلی و تشفی دیکر فوراً ہی ان کے تعلیمی سفر کا اہتمام کیا اور ان کے ماموں کے ہمراہ شہر نساء میں ایک دوسرے شیخ وقت ابن سفیان محدث رحمہ اللہ کی درسگاہ میں بھیج دیا تو انہیں سکون او رقرار نصیب ہوا اس وقت امام اسماعیل رحمہ اللہ کی عمر سترہ برس تھی مگر اتنی عمر تک بھی گھر بیٹھنا گوارا نہ کیا(تذکرۃ الحفاظ ج 3 ص 161)

چھوٹا عمامہ کیوں باندھا؟

مولانا یوسف رحمہ اللہ قاضی قسطنطینہ نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا دروازے پر وزیر اعظم کا چوبدار کھڑا ہے جو انہیں بلانے کے لیے آیا تھا اس وقت مولانا یوسف رحمہ اللہ نے چھوٹا عمامہ باندھے ہوئے تھے اوور اس زمانے میں چھوٹا عمامہ باندھ کر بارگاہ وازرت میں جانا بے ادبی سمجھا جاتا تھا مگر اس عالم ربانی کے دل نے گوارہ نہ کیا کہ دربار خداوندی کی حاضری چھوٹا عمامہ باندھ کر دیں اور وزیر اعظم کے لیے بڑا عمامہ زیب سر کریں اسے چھوٹے عمامہ کے ساتھ وازیر اعظم سے ملنے چلے گئے۔

جب وہاں اعتراض ہوا تو صاف صاف کہ دیا کہ اللہ رب العزت کے دربار کا ادب بندوں کے دربار سے زیادہ ہے میں نے یہی عمامہ باندہ کر خدا کے دربار میں حاضری دی ہے اس لیے میری امانی غیرت نے گوارہ نہیں کیا کہ خدا کے دربار سے زیادہ بندوں کے دربار کا ادب کروں لہذا میں مسجد سے یہی عمامہ بانھ کر چلا آیا وزیر اعظم مولانا کی اس صاف گوئی پر بھت خوش ہوا یہاں تک کہ وزیر اعظم نے مولانا کی اس ادا کو بادشاہ وقت کے دربار میں بیان کیا اور بادشاہ نے بھی مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کی اس دا کو پسند کیا(شقائق نعمانیہ ص 234)

مکارم الاخلاق

مفتی عابدالرحمٰن مظاری بجنوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① [۴۹:۱]

مومنو! (کسی بات کے جواب میں) خدا اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک خدا سنتا جانتا ہے۔

محترم قارئین کرام!

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور اس کا کرم اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں اسلامی گھرانوں میں پیدا فرمایا اور اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت سرفراز فرمایا، اور تمام امتوں کا سردار بنایا، اس وجہ سے کہ یہ امت لوگوں کو خیر کی بات بتاتی ہے، اچھی باتوں کا حکم دیتی ہے اور برائیوں سے روکتی ہے، اور اللہ کی زمین میں امن سکون کا پرچار یعنی سلامتی اور بھلائی کی تعلیم دیتی ہے۔ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتی ہے، اور یہی ہمارے آقائے نامدار احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگوں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرو اس وجہ سے کہ مجھے بھیجا ہی اسی لیے گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی، ج: 10، ص: 192)

نمونہ اخلاق سرور کائنات کے اخلاق کی تصدیق وتحسین اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی:

إنك لعلیٰ خلق عظیم

بے شک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلند ترین درجۂ اخلاق فائز ہیں۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کا ہی کارنامہ ہے کہ اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا اور آج دنیا کا واحد اور مقبول ترین مذہب ہے۔

اسلام اور انسان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اسلام کے بغیر انسان نہیں اور انسان کے بغیر اسلام نہیں۔ اسلام کا مطلب ہے ''سلامتی اور امن والا راستہ یا مذہب'' اور انسان کا مطلب ہے'' اُنس، انیس، یعنی جس میں انسیت ہو، بھائی چارگی ہو محبت ہو، وہ انسان ہی نہیں جس میں پیار محبت اخلاقیات نہ ہوں اس کے گفتار میں نرمی ہو اس کا کردار اعلیٰ ہو، بڑوں کا ادب کرتا ہو چھوٹوں پر شفقت کرتا ہو۔ فرمان رسالت مآب ﷺ ہے:

لیس منا من لم یرحم صغیرنا و لم یوقر کبیرنا

وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے۔

(حضرت عمرؓ) اتقوا من تبغضہ قلوبکم اعقل الناس اعذرھم للناس۔

جس سے تم کو نفرت ہو اس سے ڈرتے رہو۔ سب سے زیادہ عاقل وہ شخص ہے جو اچھی تاویل کر سکتا ہو۔

امام مالکؒ کا وقعہ ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت ابو جعفر نے آپ سے مناظرہ کیا اور اپنی آواز بلند کی تو امام مالکؒ نے اس سے کہا'' آپ اپنی آواز بلند نہ کریں کیوں کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ادب سکھایا ہے کہ:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝٢ [۴۹:۲]

اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو اور ایک قوم کی مدح کی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٣ [۴۹:۳]

جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزمالئے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ اور ایک قوم کی مذمت کی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝٤ [۴۹:۴]

جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

جب یہ آیات شریفہ نازل ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو تا حیات النبی ﷺ پست کر لیا تھا اور اتنا پست کر لیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو دوبارہ معلوم کرنا پڑتا تھا۔ اور اسی طرح صحابہ کرام بھی یہ سوچنے لگے تھے کہ ہمارا ایمان تو گیا ہماری تو زندگی ہی بیکار ہو گئی وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال یہ سب باتیں محبت والوں کی ہیں اور جس کو جس سے محبت ہو جاتی ہے وہ اسی طرح سوچتا اور عمل کرتا ہے۔ یہاں میں عرض کر دوں کہ ''خلیل'' اور ''حبیب'' میں فرق ہے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو ''خلیل'' کہہ کر خطاب کیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کہہ کر خطاب فرمایا۔ اور سرور کائنات ﷺ کو حبیب کہہ کر خطاب فرمایا، لفظ ''حبیب'' میں ''خلیل'' کے مقابلہ زیادہ محبت جھلکتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ کہ جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اس کو نام لیکر نہیں پکارتا جیسا کہ ایک بیوی اپنے شوہر کو ''عبداللہ کے ابا'' یا شوہر اپنی بیوی کو ''عبداللہ کی اماں'' وغیرہ نام سے پکارتا ہے۔ یہ محبت کا نرالا انداز ہوتا ہے جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو نام لیکر پکارا لیکن اپنے ''حبیب'' ﷺ کو نام لیکر نہیں پکارا بلکہ یوں کہا ''یا ایھا المدثر'' ''یا ایھا المزمل'' ''یا ایھا النبی'' ''یا ایھا الرسول''، کبھی ''یٰسین'' وغیرہ کہہ کر خطاب فرمایا اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسم کھائی، فرمایا:

لعمرك انهم لفی سكرتهم يعمهون

تیری جان کی قسم وہ کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں

جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کی قسم ہے۔ چنانچہ ''محب بمحبوب سوگندمی خورندومی گوید''بسر تو وحیات تو''

الغرض محبت خود آداب محبت سکھا دیتی ہے یہ کسی سے سیکھا نہیں جاتا۔ جتنا جس سے جتنی قربت اور محبت ہو گی وہ اتنا ہی مؤدب اور بااخلاق ہو گا۔

میں نے اوپر عرض کیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کائنات کا معلم بنا کر اور مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا تھا، اور یہی اس امت کی خاصیت ہے جو بھی سچا امتی ہو گا وہ اخلاقیات کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑے گا۔ بڑوں کا

احرام کرنے والا ہوگا اور چھوٹوں پر شفقت کرنے والا ہوگا۔اسی وجہ اس امت کو تمام امتوں کے سردار کے خطاب سے نوازہ گیا۔اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو معمار قوم کہا جاتا ہے اور یہ مقام بغیر مہذب ہوئے یا بغیر مؤدب ہوئے حاصل نہیں ہوتا۔اسی وجہ سے کہا جاتا ہے ”با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب

”یاد رہے ادب سے قومیں بنتی ہیں اور بے ادبی سے قومیں فنا ہوتی ہیں“

اس بات کو سمجھنے کے لیے، چاہئے کہ پوری تاریخ عالم کا مطالعہ کرلیا جائے کہ اس دنیا نے کتنے پلٹے کھائے،اس دنیا میں جب بھی تباہی آئی جب جب انسانیت کو تباہ کیا گیا یہ تباہی آئی اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے نہیں آئی ،بلکہ جب بھی اللہ کے خاص بندے (انبیاء،رسل علیہم السلام۔صلحاء اتقیاء اولیاء علماء) کی بے ادبی کی گئی زمین پر تباہی آئی۔اس لیے یاد رہے کہ یہ پاکیزہ نفوس اللہ کی رحمت کا باعث ہوتے ہیں ان کے لیے دنیا کی ہر شئی دعاء کرتی ہے،اور آج دنیا میں تباہی اسی وجہ سے آرہی ہے کہ اپنے بڑوں کو غلط ناموں سے پکارا جارہا ہے ان کی بے ادبی کی جارہی ہے۔ہمارے اکابر نے چاہے وہ کسی بھی مسلک سے جڑے ہوں کبھی بھی اپنے بڑوں کی شان میں گستاخی نہیں کی،گستاخ بن رہے ہیں تو آج کے یہ چند ٹکوں کے ڈگری یافتہ حضرات جو غیر اسلامی ماحول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور جن کا پہلا سبق ہی خیالی آزادی کا ہوتا ہے استاذ کو صرف نوکر سمجھا جاتا ہے،یہی اثر لیکر جب یہ مسلمانوں میں آتا ہے تو وہی آزاد روش یہاں بھی اپناتا ہے اور سب سے پہلا حملہ اپنے بڑوں پر ہی کرتا ہے،جس کو آج کی تہذیب میں کہا جاتا ہے ”لب آزاد ہیں“”قلم آزاد ہے“”خیالات آزاد ہیں“”انسانیت آزاد ہے“اس لیے کوئی کسی کو کچھ بھی کہہ لے صحیح ہے اور جتنا سخت کہے گا اتنا ہی زیادہ سراہا جائے گا اس پر ”ریسرچ“ ہوتی ہے تازہ مثال ”سلمان (شیطان) رشدی اور شیطان کی خالہ ”تسلیمہ نسرین“ کی ہے کہ انہوں نے بڑوں پر قلم اٹھایا تو ان پر دولت کی بارشیں کردی گئیں ان ہی کی نقل یہ ”چھٹ بھیئے“ کررہے ہیں اور ویسے ہی نہیں بلکہ اسکی آڑ میں ان کو موٹی موٹی رقومات حاصل ہوتی ہیں۔بات آگے نکل گئی میں عرض کررہا تھا کہ ہمارے اکابر چاہے وہ کسی بھی مکتبہ فکر کے ہوں اپنے بڑوں کی اپنے اساتذہ کی اپنے اسلاف کی عزت کی ہے۔اور اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کے نام کو رہتی دنیا تک قائم کردیا یہی وجہ کہ آج جب بھی کوئی ان کا نام لیتا ہے تو ان کے نام کے ساتھ ”رضی اللہ عنہ“”رحمۃ اللہ علیہ“ وغیرہ دعائیہ کلمات لگاتا ہے۔لیجئے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کسی مجلس میں وعظ فرمارہے تھے دوران وعظ آپ بار بار اٹھ رہے تھے اور بیٹھ رہے تھے مجلس کے

اختتام کے بعد ایک معتقد نے نہایت ہی ادب کے ساتھ عرض کیا حضرت آج یہ کیا واقعہ تھا کہ آنجناب دوران وعظ بار بار اٹھ رہے تھے۔امام صاحبؒ نے فرمایا میرے استاذ محترم کا کمسن بیٹا کھیلتے ہوئے بار بار میرے سامنے آجاتا تھا، استاذ کے بیٹے کے احترام میں میں بار بار کھڑا ہو جاتا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں "کاش میں ایک معلم ہوتا گو معلم بادشاہ تو نہیں ہوتا لیکن بادشاہ گر ہوتا ہے۔

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حکومت وقت نے ان کا "سر" کے خطاب سے نوازنا چاہا تو انہوں نے قبول کرنے سے منع فرمادیا اور کہا جب تک میرے استاذ "مولوی میر حسن صاحب" کو نہیں نوازا جائے گا میں کوئی خطاب قبول نہیں کروں گا چنانچہ ان سے کہا گیا آپ کے استاذ محترم نے تو کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی، علامہ اقبالؒ نے جوب دیا میں ان کا کھلا علمی سرمایا اور کتاب ہوں، اس کے بعد مولوی میر حسن صاحب کو "شمس العلماء" کے خطاب سے نوازا گیا اور علامہ اقبالؒ کو "سر" کے خطاب سے۔

باادب بانصیب بےادب بےنصیب

ادب محبت کے زینوں میں سے پہلا زینہ ہے

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے بارے میں روایت ہے کہ جب وہ اپنے شیخ سید احمد شہید رحمہ اللہ کی معیت میں حج سے واپس آئے تو لکھنؤ میں ان کو اطلاع ملی کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ انتقال فرما گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر سید احمد شہید رحمہ اللہ سخت بے قرار ہوئے، اور شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو اپنا ذاتی گھوڑا دیا اور کہا: فوراً دہلی جاؤ اور معلوم کر کے آؤ کہ کیا یہ خبر صحیح ہے کہ میرے شیخ رحمہ اللہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تمام راستہ گھوڑے کی باگیں تھامے ہوئے پیدل چلتے رہے، لیکن گھوڑے کی اس زین پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوئی جس پر ان کے شیخ رحمہ اللہ بیٹھتے تھے۔اور پیدل ہی دہلی پہنچ گئے

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات میں لکھا ہے، کہ ایک مرتبہ خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادوں کو خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایں فقیر از سرتاپا غرق احسان ہائے والد شما است"

"یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔"

ایک دوسرے خط میں خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادوں کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر آپ کے آستانے کے خادموں کی عمر بھر خدمت کرتا رہوں تو پھر بھی آپ کا حق ادا تو نہ ہو سکے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کے لیے میلوں سفر کرکے جب صاحب حدیث کے دروازہ پر پہنچتا تو معلوم ہوتا کہ وہ مشغول ہیں یا آرام فرما رہے ہیں تو میں ان کے آستانے پر سر رکھ کر لیٹ جاتا، دھوپ اور ریت میرے منہ کو کالا کر دیتی، جب وہ خود باہر آتے معلوم کرتے کہ کس وقت آئے ہو؟ تو میں کہتا کہ اتنا وقت گزر چکا ہے تو خفا ہوتے کہ تم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہو، خود کیوں آئے، ہمیں بلا لیتے؟ تو میں کہتا کہ نہیں، میں طالب علم ہوں، میرا ہی آنا مناسب ہے۔

مولانا عبدالواحد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک طویل عرصہ کے بعد میں شہر کے اندر کہیں سے گزر رہا تھا، اچانک میری نگاہوں کے آگے ایک بوڑھا شخص آرہا ہے، جس نے اپنے گلے میں بیلٹ کے ذریعہ ایک چوکور لکڑی کا ڈبہ لٹکا رکھا ہے، اس میں پان سگریٹ وغیرہ رکھا ہوا ہے اور گلیوں سڑکوں میں اس طرح گھومتا پھرتا پان، بیڑی سگریٹ فروخت کر رہا ہے۔ میں نے جب اس کو غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو وہی میرا درسی ساتھی ہے، جس نے "ہدایہ شریف" اور استاذ کی بیک وقت بے حرمتی کی تھی، شکل بگڑی ہوئی، چہرے پر داڑھی ندارد۔ میں نے اسے روکا اور اس کا نام لیا تو وہ جھجکا اور کچھ دیر کے لیے رکا، مجھے پہچاننے کی کوشش کرنے لگا تو میں نے اپنا نام بتا دیا اور وہ پہچان گیا، پھر میں نے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا اور اس کو کتاب و استاذ کی بے حرمتی والا واقعہ بھی یاد دلایا تو اس نے گردن نیچی کر لی اور افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا " آج جو میری حالت ناگفتہ بہ نظر آرہی ہے، یہ سب اسی واقعہ کی وجہ سے تو ہے"۔ پھر وہ بھی آگے چلتا بنا اور میں اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔

حضرت ہشام بن عروہ نے اپنے والد عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا، وہ ایک شخص کے آگے آگے چل رہا ہے، یعنی آپ ﷺ نے اس آگے چلنے والے سے پوچھا: یہ تمہارے کیا لگتے ہیں؟ اس نے کہا: یہ میرے والد ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے آگے مت چلو، اور جب تک وہ نہ بیٹھ جائے تم مت بیٹھو، اور اس کا نام لے کر مت پکارو، (بخاری فی الادب المفرد) و (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ رئیس المفسرین کیسے بنے۔آپ نے فرمایا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا جوڑا مبارک سنبھال کر رکھتا تھا اور ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔تو میں نے ایک لوٹا بھر کر رکھ دیا۔جب آپ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو فرمایا یہ لوٹا کس بھر کر رکھا؟(من وضع الوضوئ) میں نے عرض کیا(انی وضعت الوضوئ) میں نے کہا یا رسول اللہ(ﷺ) یہ میں نے بھر کر رکھا ہے۔آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اللّٰھم فقھه فی الدین" میرے مولیٰ عبداللہ کو دین میں سمجھ عطا فرما۔

خلاصہ کلام یہ کہ کوئی بھی انسان اس نے جب تک کوئی مقام نہیں پایا جب تک کہ اس نے بڑوں کا اپنے اساتذہ کا احترام نہ کیا ہو،ان کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہوتا کہ ان کے استاذ کے معاملات کیا ہیں دین دار ہیں یا بے دین مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔ہمارے اکابر کی ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ اگر کوئی علم کی بات کسی ادنیٰ درجہ کے انسان سے بھی ملی تو انہوں نے تا عمر اس کا احترام استاذ ہی کی طرح کیا،جس کا ذکر بعض طعن تشنیع والے حضرات بہت ہی تذلیل اور تضحیک آمیز انداز میں بیان کرتے ہیں ،اس میں ان کی کوئی خطا نہیں کیوں کہ ان کی تربیت ہی غلط ماحول میں ہوئی جیسی بصیرت ہوگی ویسا ہی نظر آئے گا،ہیرے کی قدر تو جوہری ہی جانتا ہے ہمہ شما کے نزدیک تو وہ مٹی کا ڈھیلا ہوتا ہے۔کچھ فطرتیں ٹیڑھی ہوتی ہیں وہ جہاں بھی جاتی ہیں ان کا اثر محسوس کیا جاتا ہے۔

ہمارے اکابر اسلام چاہے وہ کسی بھی مکتبہ فکر کے ہوں ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے ہم کون ہوتے ہیں ان کا حساب کتاب لینے والے یا ان کا محاسبہ کرنے والے ہمیں اپنے اعمال کی فکر کرنی چاہیے نہ کے دوسروں کے اعمال کی۔یاد رہے جو اس دنیا سے چلا گیا وہ ہم سے اچھی جگہ چلا گیا اگر اس کے اعمال اچھے ہوں گے تو جنت کی سیر کر رہا ہوگا برے کئے ہوں گے تو اس کا معاملہ بھی اللہ کے ہاتھ میں بہر حال جو دنیا سے چلا گیا اس کے اعمال بند ہو گئے،جو زندہ ہیں ان کے اعمال کا اندراج چل رہا ہے۔مردوں پر تبصرہ کرنا یا ان کے بارے میں غلط بیانی کرنا یہ غیبت میں ہی شمار ہوگا۔اور یہ بھی یاد رہے ہمارے تمام اسلاف اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے ان کی توہین کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔اور یہ حدیث مبارکہ سامنے رہنی چاہئے۔

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم:

"إن اللہ قال: من عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب. وما تقرب إلی عبدی بشیء أحب إلی مما

افترضت عليه. وما يزال عبدى يتقرب إلىّ بالنوافل حتى أحبه. فإذا أحببته كنت سمعه الذى يسمع به، وبصره الذى يبصر به، ويده التى يبطش بها، ورجله التى يمشى بها. ولئن سألنى لأعطينّه، ولئن استعاذنى لأعيذنه. وما ترددت عن شىء أنا فاعله ترددى عن قبض نفس المؤمن: يكره الموت، وأكره مساءته (صحیح البخاری: 6502، الرقاق)

ترجمہ: حضرا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے کسی ولی و دوست سے دشمنی کی، میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے، اور میں نے جو چیزیں بندے پر فرض کی ہیں ان سے زیادہ مجھے کوئی چیز محبوب نہیں ہے جس سے وہ میرا اقرب حاصل کرے، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا اقرب حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں، اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو (اس کے نتیجے میں) میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں، اور اگر وہ کسی چیز سے میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں، اور کسی چیز کے کرنے میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا تردد اس مومن کی روح قبض کرنے پر ہوتا ہے جو موت کو ناپسند کرتا ہے، مجھے اسے غمگین کرنا ناپسند ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تقویٰ والی زندگی زیادہ پسند ہے، اور تقویٰ میں یہ بھی شامل ہے کہ کسی دل آزاری نہ ہو کسی پر تہمت نہ ہو، وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ والی زندگی عطا فرمائے، اور اپنے اکابر کی علماء کی اور اسلاف کی عزت اور قدر دانی کرنے والا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ (جاری ہے)

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

محمد ذیشان نصر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔۔۔اما بعد۔۔فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مری ابتدائے نگارش یہی ہے

ترے نام سے ابتدا کررہا ہوں

عزیزانِ و بزرگان، علمائے کرام، وقارئین افکارِ قاسمی!

آج میں آپ کے سامنے اپنا دردِ دل کھول کر بیان کررہا ہوں۔۔۔صرف اس نیت سے کہ

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا! تو اس کو دو منصب عطا کیے ۔۔۔۔ایک منصب ہے عبادت ۔۔۔دوسرا ۔۔۔خلافت۔۔۔اور یہ دونوں منصب قرآن مجید فرقانِ حمید سے ثابت ہیں۔۔۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔۔۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝۵۶ ۔۔۔اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔۔۔ایک دوسری آیت میں ارشادِ ربانی ہے۔۔۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۔۔۔اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔

خلافت کیا ہے۔۔۔؟ خلافت کا کیا مطلب ہے۔۔۔؟ ۔۔۔تو اس کا آسان اور مختصر جواب یہ ہے۔۔۔کہ خلافت کا مطلب ہے اللہ کی زمین پر اللہ کے بنائے ہو نظام (شریعت) کو نافذ کرنا۔۔۔!

تو یہ دونوں منصب اور یہ دونوں ذمہ داریاں ۔۔۔اللہ رب العزت نے ہمارے ذمہ لگائی ہیں۔۔۔مگر افسوس صد افسوس ہم میں سے اکثر تو ان دونوں ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔۔۔اور باقی جو کچھ ہیں (ہمارے علماء)۔۔۔تو انہوں نے بھی صرف ایک ذمہ داری کا بوجھ اُٹھایا ہوا ہے۔۔۔یعنی عبادت کا۔۔۔! جبکہ دوسری ذمہ داری سے تقریباً وہ بھی کنارہ کش ہو گئے

ہیں۔۔۔جو کہ ہمارے لئے نہایت ہی افسوس کا مقام ہے۔۔۔! ہمارے وہ علماء جنہیں احادیث میں انبیاء کی میراث کہا گیا ہے۔۔۔ ہمارے وہ علماء جن کو۔۔ فقیہ واحد اشد علی الشیطان فی الف عابد۔۔۔کا مقام عطا ہوا۔۔۔ہمارے وہ علماء جو اس دین محمدی کے وارث ہیں۔۔۔جو دین محمدی کے امین ہیں۔۔۔وہی علماء آج۔۔۔ایک منصب تو بڑے احسن طریقہ سے ادا کر رہے ہیں مگر اللہ کی طرف سے عطا کئے ہوئے دوسرے منصب یعنی۔۔۔خلافت۔۔۔سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔۔۔شاید آج انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دین صرف عبادات کا نام ہے۔۔۔آج انہوں نے یہی سمجھ لیا ہے۔۔۔کہ دین صرف دعوت و تبلیغ کا نام ہے۔۔۔آج انہوں نے یہی سمجھ لیا ہے کہ دین صرف اور صرف لوگوں کو۔۔۔قال اللہ۔۔۔وقال رسول اللہ۔۔۔پڑھانے کا نام ہے۔۔۔!

وہ شاید یہ بھول چکے ہیں کہ ہمارا دین۔۔۔دین کامل ہے۔۔۔یہ دین اک مکمل ضابطہء حیات ہے۔۔۔اس میں عبادت بھی ہے اور خلافت بھی۔۔۔معاشرت بھی ہے۔۔۔اور ریاضت بھی۔۔۔اس میں سیاست بھی ہے۔۔۔اور سیادت بھی۔۔۔اور یہ تمام کام ہمارے ہی ذمہ ہیں۔۔۔! مگر یہی علماء شاید یہ بھول چکے کہ۔۔۔نبی اکرم نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔۔۔تو وہاں۔۔۔نبی کریم نے۔۔۔سیاستِ محمدی۔۔۔کی بنیاد رکھی تھی۔۔۔نبی کریم جس طرح سب سے بڑے معلم و مبلغ تھے اسی طرح سب سے بڑے سیاست دان بھی تھے۔۔۔ان کے بعد خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر نے بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے۔۔۔عبادت کے ساتھ ساتھ۔۔۔خلافت کا منصب بھی سنبھالے رکھا۔۔۔اسی طرح بقیہ خلفاء راشدین نے بھی اسی منصبِ خلافت کا حق ادا کیا۔۔۔اُن کے بعد سے آج تک علماء اہلِ حق یہی دو منصب سنبھالے آئے ہیں۔۔۔!

اے علمائے دیوبند! اگر ہم برصغیر پاک و ہند کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں پتہ چلے گا۔۔۔ 1857 کی جنگ آزادی میں مسلمان علماء نے کس طرح حق خلافت ادا کیا۔۔۔ان کے بعد اگر ہم تھوڑا آگے آئیں۔۔۔تو ہمیں۔۔۔مولانا محمود الحسن دیوبندی مالٹا کی جیل میں قید۔۔۔حق خلافت۔۔۔ادا کرتے نظر آئیں گے۔۔۔اگر ہم برصغیر میں جتنی بھی تحاریک آزادی کے نام پر اُٹھیں۔۔۔ چاہے وہ تحریک۔۔۔ریشمی رومال۔۔۔ہو یا تحریکِ خلافت۔۔۔تحریکِ آزادی ہند ہو۔۔۔ یا تحریکِ ترکِ موالات۔۔۔ ہر تحریک کے پیچھے اُنہی حق گو علماء کا ہاتھ تھا۔۔۔اس کے بعد جب قائداعظم کے زیرِ سایہ جب مسلمان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر اکھٹے ہوئے تو اس میں بھی آپ کو یہی حق گو علماء نظر آئیں گے۔۔۔کبھی آپ کو مولانا شبیر احمد عثمانی نظر آئیں گے۔۔۔جو کہ حضرت

تھانوی نوراللہ مرقدہ کے خلفیہ اور شاگرد ہیں ۔۔۔تو کبھی آپ کو مولانا ظفر احمد عثمانی نظر آئیں گے ۔۔۔جو کہ مولانا شبیر احمد عثمانی کے بھائی ہیں ۔۔۔قائداعظم نے پاکستان کا جھنڈا ۔۔۔مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانی سے لہروایا تھا ۔۔۔جبکہ مغربی پاکستان میں یہی فریضہ ۔۔۔مولانا شبیر احمد عثمانی نے ادا کیا تھا ۔۔۔یہی وہ مولانا شبیر احمد عثمانی تھے جنہیں قائداعظم نے اپنا جنازہ پڑھانے کی وصیت کی تھی ۔۔۔! لوگ کہتے ہیں کہ قائداعظم اسماعیلی شیعہ تھے ۔۔۔میں کہتا ہوں ۔۔۔اگر قائداعظم شیعہ ہوتے وہ کسی شیعہ عالم کو اپنی نمازِ جنازہ پڑھانے کی وصیت کرتے نہ کہ ۔۔۔مولانا شبیر احمد عثمانی کو ۔۔۔!

جب پاکستان بنا ۔۔۔تو اس وقت بھی علماء کی ایک بڑی جماعت اس میں شامل تھی ۔۔۔مگر رفتہ رفتہ ۔۔۔نامعلوم وجوہات کی بناء پر یہی حق گو علماء سیاست (جو کہ خلافت کا ایک اہم جزو ہے) سے کنارہ کش ہوتے چلے گئے ۔۔۔! جس کا نتیجہ یہ نکلا ۔۔۔سارے بے ایمان اور بے ضمیر لوگ سیاست میں آ گئے اور وہ پاکستان جو ۔۔۔لا الہ الا اللہ ۔۔۔کی بنیاد پر بنا تھا ۔۔۔آج اس میں ۔۔۔لاالہ الا اللہ کا نعرہ لگانا بھی جرم سمجھا جاتا ہے ۔۔۔آج کی نوجوان نسل کو یہی علم نہیں کہ یہ پاکستان کیوں بنا تھا ۔۔۔؟

آج وطن عزیز کی جو حالت ہے ۔۔۔ایک طرف ۔۔۔غربت اور افلاس اپنا منہ کھولے سب کو نگلنے کو کھڑی ہے ۔۔۔تو دوسری طرف بے روزگاری اور مہنگائی کا طوفان اپنے عروج پر ہے ۔۔۔آج ایک طرف حق گو علماء کی ٹارگٹ کلنگ کی جا رہی ہے دوسری طرف دہشت گردی اور غنڈہ گردی اپنے عروج پر ہے ۔۔۔! آج ہم اپنے حکمرانوں کا رونا روتے ہیں کہ ۔۔۔جی ہمارے حکمران بڑے ظالم ہیں ۔۔۔بڑے کرپٹ ہیں ۔۔۔مگر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اس میں ہمارا ہی قصور ہے ۔۔۔اور یہ ایک قرآنی ضابطہ ہے ۔۔۔کہ جس طرح کی قوم ہوگی ۔۔۔ویسا ہی حکمران اس پر مسلط ہوگا ۔۔۔! ہمارے سر پر ظالم حکمران اس لئے مسلط ہیں ۔۔۔کہ ہم نے سیاست میں سے دین کو نکال دیا ہے ۔۔۔یا یوں کہہ لئے کہ دین دار لوگ سیاست سے نکل آئے ہیں ۔۔۔! اور جب سیاست سے دین کو نکال دیا جاتا ہے ۔۔۔تو پھر بقولِ اقبال

جدا دین ہو سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اقبال جیسے زمانہ شناس شخص نے کس قدر کھری اور سچی بات کہی تھی کہ سیاست اور دین دو علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں ۔۔۔بلکہ ہمارے دین کے دو حصے ہیں ۔۔۔ایک عبادت ۔۔۔دوسرا خلافت ۔۔۔اور سیاست اسی دوسرے حصہ یعنی خلافت کا ایک اہم جزو ہے ۔۔۔! جب تک ہمارے علماء سیاست میں رہے ۔۔۔تب تک ہمارا یہ حال نہ تھا ۔۔۔مگر جب سے علماء نے سیاست سے کنارہ کشی

کرلی۔۔۔جب سے علماء نے منصبِ خلافت سے راہِ فرار اختیار کی۔۔۔تب سے ہماری تنزلی کا دور شروع ہوا۔۔۔اور آج تک ہم اسی زوال کے زیرِ اثر جی رہے ہیں۔۔۔!

آج ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی اس امت کا غم کھانے والا۔۔۔اُٹھ کر۔۔۔اس حکومت سے اسلامی نظام کا مطالبہ کرے تو ہم اُسے اپنے وفاق سے نکال دیتے ہیں۔۔۔! کیا آج ہماری۔۔۔قومی و دینی غیرت اتنی مر چکی ہے۔۔۔کہ ہمارے سامنے۔۔۔شعائر اللہ کا کھلم کھلا مذاق اُڑایا جا رہا ہو۔۔۔اور ہم خاموش تماشائی بنے کھڑے ہوں۔۔۔کیا ہم اتنے ذلیل اور پست ہو گئے ہیں۔۔۔کہ ہمارے سامنے مساجد اور مدارس کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہو۔۔۔مگر ہماری جبینوں پر کوئی شکن بھی نمودار نہ ہو۔۔۔کیا ہمارا جذبہ ایمانی اس قدر ماند پڑ چکا ہے۔۔۔کہ ہم اپنے سامنے گناہوں کو ہوتا دیکھ رہے ہوں۔۔۔مگر اسے نہ روکیں۔۔۔! اگر ایسا ہی ہے۔۔۔! تو پھر ہم حدیث رسول اللہ کے مصداق۔۔۔ایمان کے اُس کمزور ترین مقام پر کھڑے ہیں۔۔۔جہاں سے ذرا سی مزید بے احتیاطی ہمارے ایمان کے خاتمے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔۔۔!

ابھی بھی وقت ہے۔۔۔اگر ہمارے علماء متحد ہو کر۔۔۔ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہہ کر اُن کے خلافِ اعلان جہاد کر دیں تو پھر ہر طرف اَمن ہی اَمن ہو گا۔۔۔ہر طرف سکون ہی سکون ہو گا۔۔۔ہم اس دنیا میں وہی نظام دیکھ سکیں گے۔۔۔جو کبھی خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوتا تھا۔۔۔! مگر سب سے اہم سوال یہ ہے کہ ایسا کون کرے گا۔۔۔؟ بارش کا پہلا قطرہ کون بنے گا۔۔۔! یہ امت چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے۔۔۔!

کون رکھے گا مرے زخموں پہ مرہم
دردِ اُمت کی دوا کون کرے گا

(نوٹ:۔ یہ ایک دردِ دل تھا جو اکثر لوگوں کے دلوں میں آج کل پایا جاتا ہے۔۔۔میں نے اس درد کی ترجمانی کی ہے۔۔۔اور اسے افکارِ قاسمی کی وساطت سے آپ کے سامنے پہنچایا ہے تاکہ عوام کی شکایت علماء تک پہنچ سکے۔۔۔اس کے علاوہ میرا کوئی اور مقصد نہیں۔ میں اپنے تمام علماء کرام کی بہت عزت کرتا ہوں۔۔۔اور یہ میرا حق بھی ہے کہ اگر مجھے اُن سے کوئی شکایت ہو تو اُسے میں اُن کے سامنے دست بستہ عرض کروں۔)

نرگسی کباب

صدف

اجزاء

قیمہ آدھا سیر، انڈے آٹھ عدد، گرم مسالہ سب ملا کر پسا ہوا دو چائے کے چمچہ، ادرک آدھی چھٹانک، سفید زیرہ، ثابت دھنیا ایک تولہ۔ گھی ایک پاؤ۔

ترکیب

قیمہ کو نمک ڈال کر اُبال لیں اور سل پر باریک پیس لیں۔ چھ انڈے سخت ابال لیں اور چھیل لیں، پسے ہوئے قیمے میں، پسا ہوا گرم مسالہ، نمک مرچ، سفید زیرہ، دھنیا پیس کر ملا لیں اور ادرک بھی پیس کر ملا دیں اب اسکو انڈوں کے اوپر چڑھا دیں، پانی کا ہاتھ لگاتے جائیں تاکہ قیمہ جُڑ جائے، اب اسکو انڈا لگا کر تل لیں، جب سرخ ہو جائیں تو نکال کر دو ٹکڑے کر لیں، اور ڈِش میں سلاد کے پتوں، ٹماٹر اور لیموں رکھ کر سجا کر پیش کریں۔

آلو کے قیمہ بھرے کباب

اجزا: قیمہ باریک ایک پاؤ، آلو آدھا کلو، گھی ایک پاؤ، بیسن تین تولہ، پیاز آدھا پاؤ، لہسن چھ جوئے، ادرک آدھی چھٹانک، گرم مسالہ سب ملا کر ایک تولہ، زیرہ سفید دھنیا دو تولہ، نمک، سرخ مرچ حسب ذائقہ اور ہرا مسالہ۔

ترکیب

پہلے پیاز میں گھی سرخ کر کے نکال دیں۔ پھر لہسن اور ادرک پیس لیں۔ اور گرم مسالہ بھی پیس لیں۔ اب اس گھی میں قیمہ ڈال کر بھونیں۔ جب بھن جائے تو اس میں نمک مرچ اور گرم مسالہ ملا کر بھونیں۔ اب اس میں ذرا سا پانی ڈال کر دم دے دیں۔ خشک ہونے پر اتار لیں اور باریل پیس لیں اور اس میں تلی ہوئی پیاز بھی پیس کر ملا دیں۔ تیار ہونے پر ہرا مسالہ کاٹ کر اس میں ملا دیں اور اس مرکب کو علحدہ رکھ لیں۔

پھر آلو اُبال کر انہیں پیس لیں ۔اس میں بیسن کو بھون کر ملا دیں اور نمک ،سرخ مرچ ملا دیں اب ٹکیہ بنائیں اور ان کے اندر قیمہ بھر کر رکھ لیں ۔فرائی پن میں گھی ڈال کر ٹکیوں پر انڈا لگا کر تلیں یا ڈبل روٹی کا چورہ لگا کر تل لیں ۔سرخ ہونے پر نکال لیں ۔آلو کے قیمہ بھرے کباب تیار ہیں ۔

چٹکلے

مولانا نبیل خان صاحب قاسمی

سکھوں کے لطائف

دوکاندار:

میں آپ سے پچھلے تین دن سے کہہ رہا ہوں کہ ہم سکھوں کو چیزیں نہیں بیچتے اور تم روزانہ حلیہ بدل کر خریداری کے لئے چلے آتے ہو۔

سردار جی:

چلو میں آئندہ نہیں آؤں گا، مگر آپ یہ تو بتائیں کہ آپ کو یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ میں سکھ ہوں؟

دوکاندار:

جسے تم روزانہ الماری سمجھ کر خریدنے کی کوشش کرتے ہو وہ اصل میں فریج ہے۔

ایک سردار جی ویسٹ انڈیز انڈیا سیریز کے میچ دیکھنے کے لئے ویسٹ انڈیز گئے انھوں نے ویسٹ انڈیز کے ساحلوں کے بارے بہت سن رکھا تھا سو وہ سمندر کنارے سن باتھ کے لئے چلے گئے.

کچھ دیر گزری تھی کہ ایک انگریز کا گزر ہوا اور اس نے سردار جی سے پوچھا آر یو ریلیکسنگ؟

سردار جی بولے نو نو آئی ایم ناٹ ریلیکسنگ

آئی ایم ہرنام سنگھ

کچھ دیر مزید گزری کہ ایک سیاہ فام عورت نے گزرتے ہوئے پھر وہی سوال دہرایا

سردار جی کا جواب پھر وہی تھا

خیر جو بھی وہاں سے گزرتا وہ یہی پوچھتا رہا سردار جی کا سکون غارت ہو گیا
اور وہ آگ بگولا ہو کر ایک طرف چل دیئے
کچھ دور جانے کے بعد ان کو ایک اور سردار منہ پر ہیٹ لئے لیٹا نظر آیا
ہرنام سنگھ نے اس کے منہ سے ہیٹ پیچھے کیا اور پوچھا

آر یو ریلیکسنگ ؟

دوسرے سردار جی نے جواب دیا
یس آئی ایم ریلیکسنگ

ہرنام سنگھ نے ایک زور کا طمانچہ اس کے منہ پر مارا اور کہا
"اوئے کھوتے دے پتر توں ایتھے پیا ایں تے اوتھے تینوں سارے لب رئے نیں"

ہرنام سنگھ بڑا نامی گرامی پائلٹ تھا ایک دفعہ اسے جہاز کو لندن سے امریکہ لے جانا تھا آٹھ گھنٹے کی اس طویل پرواز میں جہاز سمندر پر اڑتا ھے۔ جھاز کو پرواز کئے چار گھنٹے گزر چکے تھے کچھ مسافر سو رہے تھے کچھ جاگ رہے تھے۔ اچانک سپیکر پر کپتان کی آواز ابھری "خواتین وحضرات ۔۔۔۔۔۔ جہاز کا کپتان پرنام آپ سے مخاطب ھے۔ نیویارک جانے والی پرواز پر ھم چار گھنٹے کا سفر کر چکے ہیں، ۳۰ فٹ کی بلندی پر سفر کرتے ھوئے ھم اس وقت بحر اوقیانوس کے عین درمیان میں ھیں"

" اگر آپ دائیں بائیں کی کھڑکیوں سے باھر جھانک کر دیکھیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ جہاز کے چاروں انجنوں میں آگ لگی ھوئی ھے"

" اگر آپ جہاز کے پچھلے حصے میں جا کر دیکھیں تو پتا چلے گا کہ جھاز کی دم چند لمحوں بعد ٹوٹ کر علیحدہ ھو جائے گی"

"اگر آپ جہاز کی کھڑکی سے نیچے سمندر میں دیکھیں تو آپ کو پیلے رنگ کی چھوٹی سی لائف بوٹ نظر آئے گی، جس میں سوار تین آدمی آپ کی طرف دیکھ کر ہاتھ ھلا رھے ھیں"

"یہ تین آدمی، میں ہرنام سنگھ، میرا معاون پائلٹ کورنام سنگھ اور نیوی گیٹر بنتا سنگھ ھیں۔ سپیکر پر جو آواز آپ سن رھے ھیں وہ پہلے سے ریکارڈ شدہ ھے، واہِ گرو آپ کو اپنی پناہ میں رکھے، اجازت چاھتا ھوں ست سری اکال"

ویسٹ انڈیز سے درگت بننے کے بعد ہرنام سنگھ کو شوق چرایا کہ چلو جرمنی میں فٹ بال کا ورلڈ کپ دیکھنے چلتے ہیں۔

چنانچہ وہ جرمنی پہنچے اور ان کو بڑی مشکل سے میچ دیکھنے کا ٹکٹ مل ہی گیا اور لگے میچ دیکھنے۔ تمام تماشائی اپنی اپنی ٹیموں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ ہرنام سنگھ فٹ بال کا میچ دیکھ کر بور ہو رہے تھے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ تمام کھلاڑی ایک ہی گیند کے پیچھے کیوں لڑ رہے ہیں۔

جب کافی دیر سردار جی کو کچھ سمجھ نہ آئی تو انھوں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک تماشائی سے پوچھے تمام لوگ ایک گیند کے پیچھے لڑ کیوں رہے ہیں؟

تماشائی نے جواب دیا سردار جی یہ لڑ نہیں رہے بلکہ گول کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

سردار جی بولے میں تو سمجھتا تھا کہ صرف سردار ہی بے وقوف ہوتے ہیں لیکن انگریز قوم تو ہم سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔ فٹ

بال تو پہلے ہی گول ہے اسے لاتیں مار مار کر اپنا وقت ضائع کر رہی ہے۔

ایک سردار جی جنرل سٹور سے شاپنگ کرتے ہوئے، دوکاندار سے پوچھتے ہیں:

"اس تیل کے ڈبے کا گفٹ کہاں ہے؟"

دوکاندار:

"سردار جی اس کے ساتھ کوئی گفٹ نہیں"

سردار جی:

"اوئے اس پر لکھا ہے 'کوسٹرول فری'"
